جاسوسی ڈائجسٹ : جون 1991

پربت کے شعلے

ظفر اعجاز

سیف الملوک

تجسّس سے بھرپور۔ قاتل کے ساتھ ساتھ خوف وہراس کی فضا میں آگے بڑھتا ہوا ایک ناولٹ

محبت میں ناکامی کبھی کبھی انسان سے ہوش وخرد چھین لیتی ہے اور جب یہ کیفیت جنون کی حدوں کو چھونے لگے تو وہ اپنی محرومی کا انتقام دوسروں سے لینے لگتا ہے۔ بے گناہ لوگ اُس کی سفّاکی اور خود غرضی کا شکار ہوتے ہیں کوہ پیمائی کے شائق ایک گروپ میں ایسا ہی ایک شخص موجود تھا۔ تین انسانی جانیں اُس کے جنونِ انتقام کی بھینٹ چڑھ گئی تھیں اور مزید زندگیوں کو ہر لمحہ اس سے خطرہ لاحق تھا لیکن اس گروپ کا کوئی فرد یہ نہیں جانتا تھا کہ مُجرم اُن میں سے کون ہے۔ سب ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھ رہے تھے

ظفر اعجاز

کینڈی جانے والی سڑک بلندی کی سمت بل کھاتی ہوئی چلی گئی تھی ٹیکسی اس پہاڑی راستے پر آہستہ رفتار سے چڑھ رہی تھی کیوں کہ بڑے خطرناک موڑ راستے میں تھے۔ ہر سمت تازگی تھی، فطرت نے اپنے تمام تر حُسن وجمال کو بے نقاب کرکے بکھیر دیا تھا۔ زندگی میں ایسے حسین مناظر پہلے کبھی دیکھنے کو نہ ملے تھے۔ اسی لئے میں ان میں ایسا کھو گئی کہ کچھ ہوش ہی نہ رہا۔ بمبئی کے

ہجوم، شور وغل اور ہنگاموں کی زندگی سے نکل کر سکون اور آسودگی کی اس دنیا کا تجربہ بڑا روح پرور تھا۔ ڈھلوانوں پر بکھرے ہوئے سرسبز و شاداب جنگل، خوبصورت پھولوں کی جھاڑیاں، ہوا خوشبو سے معطر، ایسا لگتا تھا کہ بہار خوشی کے جھولے جھول رہی ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر اس خوشبو کو سینے میں جذب کرنے کی کوشش کی اور سوچنے لگی کہ ہم شہروں کے لوگ

مصنوعی رونق اور بناوٹی حسن کے کتنے دلدادہ ہوتے ہیں اور کتنے بدنصیب کہ قدرت کے اس آب دار، پاکیزہ حسن سے ہماری نگاہیں محروم رہ جاتی ہیں۔ ہم بناوٹ کو حسن سمجھ کر پوجتے ہیں، بالکل مختار کی طرح۔

مختار کا نام ذہن میں آتے ہی دل میں ایک کسک سی محسوس ہوئی۔ کوشش کے باوجود میں اس نام کو لوحِ دل سے مٹانے میں ناکام رہی تھی۔ اس نام کے ساتھ ہی ذہن کا سکون جاتا رہا۔ مجھے غصہ آنے لگا کہ کیوں بے وقت اسے یاد کرلیا۔ لیکن مشکل یہ ہے یہ میرے بس کی بات نہیں۔ مختار ایک ادیب تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ زندگی کا ترجمان ہے۔ وہ خوبصورت و مالدار تھا، ہر دلعزیز تھا لوگ اس کا احترام کرتے تھے، اسے ایک عظیم فنکار تسلیم کرتے تھے اور کچھ عرصہ تک میں بھی اس کی شخصیت کے سحر میں گرفتار رہی تھی۔

ہماری ملاقات بھی ایک حسین اتفاق تھی۔ لندن اور پیرس سے ملبوسات کی ڈیزائننگ اور کٹنگ کی تربیت لینے کے بعد میں نے اپنا فیشن آرکیڈ کھولا تھا جہاں جدید ترین فیشن کے ملبوسات تیار ہوتے تھے۔ اس کے افتتاح کی تقریب میں مدعو مہمانوں میں مختار بھی شامل تھا، چھتیس سالہ، خوبرو اور سحر انگیز شخصیت کا مالک۔ میں اس دن اپنے بہترین لباس میں سجی ہوئی مہمانوں کا خیر مقدم کررہی تھی کہ وہ اچانک سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ ہم نے ہاتھ ملایا۔ دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے کو اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے ہمیشہ سے جانتی ہوں، جیسے حیران ہوں کہ اتنی دیر سے کیوں ملے، جیسے اسی لمحے کی منتظر رہی ہوں۔ اور اس لمحے صرف ہاتھ ہی نہیں دل بھی مل گئے اور چند ہی روز بعد ہم ایک دوسرے کے شریکِ حیات بن گئے۔

مختار کے پاس نہ دولت کی کمی تھی نہ شہرت کی۔ میں اپنے ریٹائرڈ کلکٹر اور جاگیردار باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ شادی اس دھوم دھام سے ہوئی کہ ہر سمت چرچے رہے لیکن دو سال کے اندر ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا، ہم ایک دوسرے کے قریب رہتے ہوئے بھی دور ہوتے چلے گئے۔ وہ حسن کی نمائش کا دلدادہ تھا، چاہتا تھا کہ میں ہر لحہ فیشن کی بہترین سجاوٹ کا نمونہ بنی اس کی محفلوں کو رونق بخشتی رہوں، کلبوں اور دعوتوں میں جدید معاشرے کی بے حجابیوں کے ساتھ اس کی شریک حیات بن کر دنیا کو دعوت نظارہ دیتی رہوں اور وہ فخر سے سربلند کرکے یہ ثابت کرسکے کہ عورت کے انتخاب میں بھی وہ اتنی ہی بصیرت رکھتا ہے جتنی اپنے افسانوی کرداروں کے انتخاب میں۔ یا زندگی کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنے قلم میں۔ بلاشبہ یہ اس کی بصیرت کا کمال تھا کہ وہ جب کبھی تاریک اور سسکتی ہوئی زندگی کی داستان لکھتا تو نگاہوں سے خون ٹپکا دیتا حالانکہ اس نے کبھی افلاس کی جھلک بھی نہ دیکھی تھی۔

اس کے برعکس میں جدید فیشن کی ماہر ہوتے ہوئے سادگی پسند تھی۔ اپنے فیشن آرکیڈ کی دنیا سے باہر سادہ اور عام زندگی کی دلدادہ تھی میں جدید معاشرے میں پروان چڑھی تھی، لندن اور پیرس کے فیشن زدہ ماحول میں رہی تھی لیکن اس کی بے حجابیوں سے بیزار تھی اور رونق محفل بن کر رہنا عورت کی توہین تصور کرتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ مختار زندگی کے مصنوعی تقاضوں کا لبادہ اتار کر ازدواجی زندگی میں سادگی اور سچائی کے تقاضوں کو اہمیت دے لیکن فطرت کا یہ تضاد ہمارے درمیان خلیج بن کر حائل ہوگیا جو دن بہ دن بڑھتی رہی، یہاں تک کہ صرف دو سال کے عرصے میں ہم عملی طور پر علیحدہ ہوگئے۔ طلاق تو اس لئے نہیں ہوئی کہ مختار کو اپنی شہرت کو داغ دار کرنا گوارا نہ تھا اور مجھے اس بات پر یقین تھا کہ ہم کسی نہ کسی دن اس خلیج کو پاٹنے میں ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن ازدواجی رشتے کا دھاگہ ٹوٹ گیا۔ وہ نئی تہذیب کی جگمگاتی محفلوں میں آسودگی تلاش کرتا رہا اور میں اپنے فیشن آرکیڈ کی مصروفیتوں میں گم ہوکر اس زخم کو مندمل کرنے میں لگی رہی۔

پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ بہت تھک گئی ہوں۔ چند روز آرام کرنے کے لئے والدین کے پاس آئی تھی کہ ایک شام ماموں جان آدھمکے۔ وہ فوج میں کرنل تھے اور حال ہی میں چھٹیاں گزارنے سیلون گئے تھے۔ انہوں نے اپنے حسین سفر کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا کہ میں نے اسی وقت اعلان کردیا کہ میں بھی کچھ مدت کے لئے سیلون جاکر آرام کروں گی۔ پھر ماموں جان کی رہنمائی میں پروگرام تیار ہوا اور میں سیلون کے لئے روانہ ہوگئی۔ اس وقت ان حسین وادیوں اور پہاڑوں کے درمیان سفر کرتے ہوئے میں سوچ رہی تھی کہ کاش مختار کی یاد نہ آتی۔ چند لمحوں کے لئے سب کچھ بھول کر جن بے کراں مسرتوں سے ہم کنار ہورہی تھی، مختار کی یاد نے انہیں تلخ بنادیا تھا۔ لیکن یاد ماضی پہ کسے اختیار ہے، ہم اپنے رب سے حافظہ چھین لینے کی دعا تو کرسکتے ہیں لیکن اس عذاب سے نجات حاصل نہیں کرسکتے۔

منزل آگئی۔ کرایہ ادا کرکے میں نے ٹیکسی رخصت کردی اور جھیل کی سمت بڑھی جہاں ایک کشتی لنگر انداز تھی۔ ایک مسافر پہلے سے بیٹھا تھا۔ کشتی بان نے مجھے دیکھا تو اتر کر آگے بڑھا اور میرے ہاتھ سے سوٹ کیس لے کر کشتی میں رکھ دیا۔ کشتی چل پڑی۔ میری نگاہیں گردوپیش پھیلی ہوئی پہاڑیوں سے ہوتی ہوئی دور واقع ایک بلند چوٹی پر مرکوز ہوگئیں۔ سورج ڈھلنے لگا تھا۔ کینڈی کی پوری وادی دمک رہی تھی۔ جھیل آگے جاکر اس ندی سے مل گئی تھی جو دو پہاڑیوں کے درمیان سے بل کھاتی ہوئی چلی گئی۔ کچھ دیر بعد بلندی پر ایک قدیم طرز کی عمارت نظر آنے لگی جس کی چمنی سے دھواں نکل رہا تھا۔ یہی کوئنز ہوٹل تھا۔ آس پاس، دور دور تک کسی اور عمارت یا آبادی کا نشان نظر

نہیں آرہا تھا۔ ہوٹل کے بائیں جانب ایک نیلے رنگ کا بلند پہاڑ تھا جس کی چوٹی دھند میں چھپی ہوئی تھی۔ میں غور سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"سری پد" برابر بیٹھے ہوئے شخص نے آہستہ سے کہا۔ میں چونک اٹھی۔

"جی..... آپ نے کچھ کہا؟" میں نے پوچھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا "کیا تم پہلی بار یہاں آئی ہو؟"

"ہاں۔ مجھے افسوس ہے کہ اتنی حسین جگہ پہلے کیوں نہ آسکی۔"

"بے شک' ان وادیوں کا حسن سحرانگیز ہے۔ اور یہ پہاڑ بڑے سندر اور پوتر ہیں۔ تم پوترتا کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ تمہارا مطلب پاکیزگی سے ہے۔"

"پاکیزگی' تقدس' پوترتا۔" وہ مسکرایا اور سری پد' یہ پہاڑ مقدس ہیں' ان کو ہمیشہ مقدس رہنا چاہئے۔ ان کی بلندیاں دنیا کی غلاظتوں سے پاک رہیں گی۔"

"ایسا لگتا ہے کہ تم کوہ پیما ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس علاقے کو میں اپنی ہتھیلی کی طرح جانتا ہوں۔" شوکت بابو ان تمام چوٹیوں کو سر کر چکے ہیں۔" کشتی بان سادھو نے کہا۔

"تم یہاں کتنے دن قیام کرو گی؟" شوکت نے مجھ سے پوچھا۔

"بمبئی کے ہنگاموں سے بھاگ کر یہاں سکون کی تلاش میں آئی ہوں۔" میں نے کہا "اتنی حسین جگہ ہے کہ دل چاہتا ہے ہمیشہ کے لئے یہیں رہ جاؤں۔ کیا یہاں کا موسم سدا ایسا ہی رہتا ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے بارش جلد ہی ہوگی۔" سادھو نے آسمان کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

"بارش میں مچھلیاں خوب پھنستی ہیں۔" شوکت نے کہا۔ "تم مچھلیوں کے شکار کی شوقین ہو؟"

"نہیں بھئی۔ میں نے تو آج تک کبھی یہ شکار نہیں کیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوہ پیمائی کا شوق ہے؟"

"نہ بابا' مجھے اتنی فرصت کہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن یہاں رہ کر شاید سیکھ لوں۔ یہ پہاڑ' جو ہوٹل کے قریب ہے اس کا نام کیا ہے؟"

شوکت نے چونک کر مجھے یوں دیکھا جیسے میں نے کوئی غلط بات پوچھ لی ہو۔ "گام پولا" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تم کو نہ مچھلی کا شکار آتا ہے نہ کوہ پیمائی! پھر یہاں کیوں آئی ہو؟"

"اوہ..... بس صرف سکون کی تلاش میں..... میں نے کینڈی کی بڑی تعریف سنی تھی' سوچا اس خوبصورت پہاڑی علاقے میں کچھ دن گزار لوں۔"

"تنہا؟" سادھو نے کچھ اس انداز میں پوچھا کہ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں..... کیوں؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

سادھو نے معنی خیز نظروں سے شوکت کو دیکھا۔

"کیا تمہارے خیال میں کسی لڑکی کا یہاں تنہا رہنا خطرناک ہے؟" میں نے پوچھا۔

سادھو ایک لمحہ مجھے گھورتا رہا' اس کی نگاہوں سے ایک قسم کا اضطراب جھلک رہا تھا' جیسے وہ کچھ بتلانا چاہتا ہو۔

"سادھو کا مطلب یہ نہیں تھا۔ دراصل وہ......" شوکت کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی سادھو بول پڑا۔ "ذرا سنبھل کر بیٹھیں.... کنارا آگیا ہے۔"

اس نے کشتی کنارے سے لگادی' شوکت نے میرا سوٹ کیس اٹھایا اور سہارا دے کر کشتی سے اتارا' ہم ہوٹل کی سمت روانہ ہوگئے۔

O☆O

لباس تبدیل کر کے میں ڈنر کے وقت سے کچھ دیر پہلے ہی نیچے آگئی تھی۔ اور ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھ کر کافی پی رہی تھی دریچے کے باہر کا منظر اتنا روح پرور تھا کہ میں اس کے حسن میں گم ہو کر رہ گئی۔ اسی لمحے لاؤنج کا دروازہ کھلا اور ایک عورت مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس نے ہر سمت نظر دوڑائی' میرے علاوہ لاؤنج میں اور کوئی موجود نہ تھا۔ وہ بے تکلفی کے ساتھ آکر میرے برابر بیٹھ گئی۔ میں حیرت زدہ نظروں سے اسے گھور رہی تھی' وہ بلاشبہ بمبئی کی مشہور اداکارہ ہیم لتا تھی۔

"معاف کرنا' مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم پہلے کہیں مل چکے ہیں۔" اس نے اپنی مترنم آواز میں کہا۔

"یہ محض تمہارا خیال ہے مس لتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم کبھی نہیں ملے لیکن ایک دوسرے کی تصویر البتہ دیکھ چکے ہیں۔" میں نے مختصراً اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام نادرہ مختار ہے۔"

ہیم لتا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چلو آج ملاقات بھی ہوگئی۔" ...اس نے کہا۔ "میں نے کئی مرتبہ تمہارے فیشن آرکیڈ میں آنے کا ارادہ کیا لیکن موقع ہی نہ مل سکا۔ اب یہ بڑا اچھا ہوا کہ تم مل گئیں۔ یہاں ہر شخص کو مچھلی کے شکار اور کوہ پیمائی کے علاوہ کسی بات کی فرصت نہیں ہے۔ میں سخت بور ہو رہی تھی۔"

"تو پھر تم اس ویران جگہ کیا کر رہی ہو؟" میں نے بے ساختہ پوچھ لیا۔

"میں آرام کرنے یہاں آئی ہوں پگلی" اس نے بزرگوں کی طرح کہا اور ہنس پڑی۔ عمر میں وہ مجھ سے کافی بڑی تھی لیکن صحت اور حسن ایسا تھا کہ اندازہ کرنا دشوار تھا۔

"واقعی۔ بمبئی میں تو آرام کرنا آپ کے لئے ممکن نہ تھا، اچھا کیا یہاں آگئیں۔" میں نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں پیدل چلنے کی عادی نہیں ہوں اور کافور یہاں کی سڑکوں پر گاڑی چلانے سے انکار کرتا ہے۔"

"کافور؟ آپ اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

لتا نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "سن میری گڑیا۔ کافور میرے شوفر کا نام ہے۔ وہ نیگرو ہے اور بہت وفادار ہے۔ میں نے تو ابھی شادی بھی نہیں کی۔"

"کمال ہے! آپ یہاں اپنی گاڑی لے کر آئی ہیں۔" میں نے کہا "ویسے یہاں ہوٹل میں اور کون کون ہے؟"

"بہت تھوڑے سے مہمان ہیں۔ ٹھہرو، میں ان کا غائبانہ تعارف کرادوں۔ کرنل پرکاش اور ان کی مسز ہیں۔ بڑے ملنسار لیکن بے جان سے دونوں تمام دن مچھلی کا شکار کھیلتے ہیں۔ فوج سے ریٹائر ہو کر شاید اب اسی طرح دل بہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کرشن موہن اور ان کی پتنی رکمنی ہے اور وجے کمار ہے۔"

"وجے کمار؟ وہ تو نہیں جو پیراگن ایڈورٹائزنگ کمپنی میں ہے؟"

"ہاں وہی... تم اسے جانتی ہو؟"

"ہاں۔ میرے فیشن آرکیڈ کی پبلسٹی اسی کی کمپنی کرتی ہے۔"

"خاصا دلکش اور دلچسپ آدمی ہے لیکن دن رات کرشن کو مچھلی کے شکار کے چکر میں لئے پھرتا ہے اور بے چاری رکمنی یہاں تنہا بیٹھی ٹھنڈی سانسیں بھرتی رہتی ہے۔"

مجھے ہنسی آگئی، لتا بھی مسکرا دی۔ "میں نے دو غیر ملکی عورتوں کو بھی دیکھا تھا۔" میں نے کہا۔

"وہ دونوں آسٹریلوی ہیں اور کولمبو کے کانونٹ میں ٹیچر ہیں۔"

"ایک اور شخص آج کشتی میں میرے ساتھ آیا تھا۔ گورا چٹا اور گٹھے ہوئے جسم کا۔"

"تم شاید شوکت کی بات کر رہی ہو۔" لتا نے کہا "وہ سیلون کا باشندہ ہے اور یہاں سے قریب ہی کہیں کا رہنے والا ہے۔ عموماً ہوٹل سے باہر ہی گھومتا رہتا ہے۔"

"شاید وہ کوہ پیما بھی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ سنا ہے وہ ان پہاڑوں کے چپے چپے سے واقف ہے۔"... لتا نے کہا۔ "یہاں ایک اور کوہ پیما بھی ہے۔ عجب نام ہے۔ اس کا بھنڈا۔"

"منڈا! اوہ منڈا تو مشہور کوہ پیما ہے۔ وہ نانگا پربت سر کرنے والی ٹیم میں شامل تھا۔"

"تم اسے بھی جانتی ہو؟"

"نہیں۔ میں نے اس کی کتاب پڑھی ہے۔"

"یہ منڈا عموماً ایک احمق سے پستہ قد کے ساتھ رہتا ہے جس کا نام رام پال ہے۔" لتا نے کہا "وہ بھی شاید کتابیں لکھتا ہے۔ ہاں ایک اور نیا مہمان بھی یہاں آیا ہے۔ مجھے نام نہیں معلوم لیکن کافی پُرکشش شکل و صورت کا آدمی ہے اور سنا ہے کہ وہ بھی مشہور رائٹر ہے۔ کیا تم اپنے پتی کے ساتھ آئی ہو؟"

"نہیں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پتی سے علیحدگی ہو چکی ہے۔"

"بڑا بد قسمت آدمی ہے وہ جس نے تم جیسی کومل اور سندر گڑیا کو چھوڑ دیا۔" لتا نے بڑے خلوص کے ساتھ کہا۔ "یہ مرد ہوتے ہی بے وفا ہیں۔ ویسے نام کیا تھا تمہارے پتی کا؟"

"مختار"

ہم کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ لوگ کھانے کے لئے ڈائننگ ہال میں آنا شروع ہو گئے تھے۔ میں دریچے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ گام پولا کی چوٹی کی سمت دیکھتے ہوئے میں نے کہا۔ "تم کبھی گام پولا پر گئی ہو مس لتا؟"

"اوہ بھگوان کے لئے یہ نام مت لو میرے سامنے" ہیم لتا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

میں نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ شوکت کے بعد یہ دوسرا اتفاق تھا کہ گام پولا کے نام نے کسی کو خوف زدہ کیا تھا۔ "کیوں، آخر بات کیا ہے جو....؟" میری نگاہ اچانک زینے سے اترتے ہوئے شخص پر پڑی اور میرے منہ سے بے ساختہ نکلا "اوہ میرے خدا!"

"کیا ہوا؟" ہیم لتا نے گھبرا کر پوچھا۔ "خیر تو ہے؟"

"خیر کہاں۔ اس شخص کو دیکھ رہی ہو جو زینے سے اتر رہا ہے؟ یہی مختار ہے۔"

"مختار؟ تمہارا شوہر؟" ہیم لتا نے پوچھا۔ میں نے سر ہلایا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ "کچھ بھی ہو میری گڑیا، ظالم ہے بلا کا خوبصورت۔" اس نے مختار کو گھورتے ہوئے کہا۔

O☆O

میں کھڑکی کی جانب رخ کر کے کھڑی ہوئی تھی اس لئے مختار مجھے نہ دیکھ سکا۔ وہ جیسے ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا میں پھرتی کے ساتھ لاؤنج سے استقبالیہ کاؤنٹر پر پہنچ گئی جو اس وقت خالی تھا۔ رجسٹر وہیں رکھا ہوا تھا، میں نے ورق گردانی شروع کر دی۔ ہیم لتا نے کہا تھا کہ مختار چند دن پہلے کینڈی آیا ہے لیکن رجسٹر میں اس کی آمد ۲۹ اپریل ۱۹۵۳ء کی تاریخ میں درج تھی۔ چند لمحے حیران رہ کر میں نے پھر ورق پلٹنا شروع کیا۔ لتا نے سچ کہا تھا مختار یہاں دوسری بار آیا تھا کیونکہ دوسرے صفحہ پر اس کی آمد ۱۷ مئی ۱۹۵۳ء کی تاریخ میں درج تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ دوسری

بار اتنی جلدی وہ کیوں آیا ہے۔ میں نے رجسٹر میں اپنا نام نادرہ مختار لکھا تھا کیونکہ میں نے یہ تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے مختار یہاں مل جائے گا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ ہم علیحدہ ہو چکے ہیں۔ میں نے قلم اٹھا کر رجسٹر میں اپنا نام کاٹ کر دوبارہ نادرہ سجاد لکھا اور جلدی سے شادی کی انگوٹھی انگلی سے نکال کر پرس میں رکھ لی۔ میں نے سوچا کہ ہوٹل کے پروپرائٹر منیجر یا کسی نے اگر پوچھا تو کوئی بہانہ کردوں گی کہ نام کیوں تبدیل کیا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں اچھل پڑی۔

"ہیلو نادرہ.... تم یہاں کب آئیں۔" ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

میں نے گھوم کر دیکھا تو وجے کمار سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں نے ہم لتا کو یہ نہیں بتلایا تھا کہ وجے میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور ہم پرانے ساتھی تھے۔ مختار سے بھی اس کے گہرے تعلقات تھے۔

"اوہ وجے..... تم اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاپان کے دورے پر گیا تھا، واپسی میں یہاں آگیا۔" وجے نے گرمجوشی کے ساتھ میرے ہاتھوں کو دباتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا تم دونوں ہنی مون کی یادیں تازہ کرنے یہاں آئے ہوئے ہو۔ وہ مختار کا بچہ کہاں ہے؟ اس نے مجھے یہ بتایا ہی نہ تھا کہ تم بھی ساتھ آئی ہو۔ ابھی خبر لیتا ہوں۔"

"وجے" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "کیا تم کو نہیں معلوم؟"

"کیا نہیں معلوم؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہم دونوں علیحدہ ہو چکے ہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا..... کیا تم نے طلاق......؟"

"نہیں وجے۔ طلاق تو ابھی نہیں ہوئی لیکن تم اسے طلاق ہی تصور کرلو۔ ہمارے یکجا ہونے کا اب کوئی امکان نہیں۔"

"مجھے افسوس ہے نادرہ۔ یقین جانو مجھے یہ سن کر صدمہ ہوا ہے۔ شاید اسی لئے مختار نے بھی مجھے کچھ نہیں بتلایا۔ تمہاری خیریت پوچھی تو یہ کہہ کر ٹال گیا کہ بالکل ٹھیک ہو۔ لیکن اس سب کے باوجود تم دونوں یہاں کیسے؟"

"محض اتفاق ہے" میں نے کہا۔ "میں بہت تھک گئی تھی۔ ممی نے یہاں آکر کچھ دن آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ مختار پہلے سے یہاں موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں نادرہ..... فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ..میں اپنے دوست کرشن کے ساتھ مچھلی کے شکار سے دل بہلا رہا تھا لیکن آج تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔"

"شکریہ وجے۔ لیکن کہیں تمہارے دوست برا نہ مانیں۔"

"ارے نہیں نادرہ.... اس کی رکمنی تو شکر ادا کرے گی۔ ہم دونوں کی غیر موجودگی میں بے چاری بور ہوتی رہتی ہے۔"

"یہ مختار یہاں کیا کر رہے ہیں؟" میں نے پوچھا "ان کو فیشن کی دنیا سے کیسے فرصت مل گئی؟"

"کوئی نئی کتاب لکھ رہا ہے 'منظر کشی کے لئے یہاں آیا ہے'۔"

"ایک بات یاد رکھنا، یہاں کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ میں مختار کی بیوی ہوں۔ تم مجھے نادرہ مختار نہیں، نادرہ سجاد کے نام سے یاد کرو گے۔" میں نے تاکید کی۔

وجے نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "اچھا بابا، تم جو کہو گی وہی کروں گا۔ ویسے پاپا سجاد خیریت سے تو ہیں؟"

"ڈیڈی کو صرف میری فکر ہے۔" میں نے کہا "ممی ڈیڈی دونوں کی اب بس یہی خواہش ہے کہ ہمارے تعلقات ٹھیک ہو جائیں۔"

"نیک خواہش ہے" وجے نے ہنستے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی فوراً بول اٹھا۔ "آؤ چلیں، سب جمع ہو چکے ہیں۔ ہم بھی ڈائننگ ہال میں چلتے ہیں۔"

کرشن موہن اور رکمنی ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ وجے نے تعارف کرایا۔ "ان سے ملو کرشن، یہ میری کلاس فیلو مس نادرہ سجاد ہیں۔ اور نادرہ، یہ میرے شکار کے دوست مسٹر کرشن موہن اور ان کی پتنی رکمنی دیوی ہیں۔ کرشن، آج میں تم دونوں کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ میں نے نادرہ کو کھانے کی دعوت دی ہے۔"... اس نے معذرت کی۔

میں نے رسماً رکمنی کی مزاج پرسی کی۔ ابھی ہم نے بات شروع ہی کی تھی کہ ہم لتا ہال میں داخل ہوئی اور سیدھی ہمارے پاس پہنچی۔ مجھے اور رکمنی کو اپنے بازوؤں میں بھینچتے ہوئے اس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ "بڑی گھل مل کر باتیں ہو رہی ہیں سندریوں میں، کچھ ہم بھی تو سنیں" پھر اچانک وہ وجے کی سمت مڑی "اور تمہاری مچھلیوں کے کیا حال ہیں؟"

اسی وقت مختار کی نظر ہم پر پڑی۔ ایک لمحے تک وہ حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر تیزی سے ہماری سمت بڑھا۔ میرا دل زور زور سے اچھلنے لگا تھا۔ وجے نے میرا بازو دبا کر تسلی دی۔

"اوہ ہیلو مختار" وجے نے دور ہی سے پکارا۔ "دیکھو تو یہاں کون موجود ہے؟ تم مس نادرہ سجاد کو بھولے تو نہ ہو گے؟"

مختار کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے غصے کی جھلک پیدا ہوئی لیکن فوراً ہی اس نے قابو پالیا اور مسکراتا ہوا بولا۔ "کیا حال ہیں مس.... نادرہ سجاد؟ تم یہاں کب پہنچیں؟"

"یہ بھی تمہارے پرانے دوست ہیں ڈارلنگ؟" ہم لتا نے اداکاروں کے مخصوص انداز میں پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

"ایں..... ہاں..... " میں نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ مسٹر مختار عظیم ہیں۔" وجے نے فوراً ہی صورتحال کو سنبھال کر تعارف کرایا۔ "اور مختار! یہ مشہور اداکارہ مس ہیم لتا ہیں۔"

میں نے دیکھا کہ چار سال کے عرصے میں وہ بہت تبدیل ہوگیا تھا۔ چھتیس برس کی عمر میں اس کے چہرے پر بڑھاپا طاری ہونے لگا تھا۔ ہر لحظہ چمکتی شوخ نظروں میں سنجیدگی آگئی تھی اور صحت بھی کافی گر گئی تھی۔ پتا نہیں اس تبدیلی کا سبب کیا تھا لیکن یقیناً میری جدائی نہیں ہوسکتا تھا۔ کچھ بھی ہو مجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

وجے نے مجھے تمام مہمانوں سے ملوایا۔ کھانے کے بعد سب لوگ اس طرح گھل مل کر بیٹھ گئے تھے۔ جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں۔ دو دو چار چار مل کر مختلف میزوں کے گرد بیٹھ کر باتیں کررہے تھے۔ وجے مجھے تنہا چھوڑ کر کسی کام سے کرشن کے ساتھ باہر چلا گیا۔ مجھے رکمنی پر بڑا ترس آیا جو تنہا گم صم سی بیٹھی تھی۔

"آپ کافی پئیں گی؟" کسی نے انگریزی میں پوچھا۔

میں نے چونک کر دیکھا۔ ایک خوبصورت سی غیر ملکی لڑکی کپ لئے سامنے کھڑی تھی' اس کی عمر بمشکل اُنیس سال ہوگی۔ یہ بلاشبہ وہی آسٹریلوی ٹیچر ہوگی جس کا ذکر لتا نے کیا تھا۔

"شکریہ" میں نے مسکراتے ہوئے کپ لے لیا۔

"یہاں کافی ٹرے میں لاکر رکھ دیتے ہیں' سرو نہیں کرتے۔" ...لڑکی نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا' میرا نام رابرٹا ہے۔ میں اپنی ساتھی ٹیچر میرین کے ساتھ یہاں آئی ہوں۔ ہم کوہ پیمائی کی کوشش کریں گے۔"

"صرف کوشش؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کوہ پیمائی نہیں کی' میرین تو اس فن میں خاصی مہارت رکھتی ہے لیکن میں ابھی سیکھوں گی۔ میری بڑی آرزو ہے کہ پہاڑوں کی بلندیوں کو سر کروں۔"

"بڑی فرسودہ آرزو ہے۔" میں نے چونک کر دیکھا شوکت ہمارے پیچھے آکر کھڑا ہوگیا تھا "انسان کو ان بلندیوں تک پہنچنے کی آرزو نہیں کرنا چاہئے جو اس کی دسترس سے باہر ہیں" اس نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "ان چوٹیوں کو دیکھو' جانے کتنی صدیوں سے یوں ہی فلک بوس کھڑی ہیں۔ بارش کا پانی انہیں غسل دیتا ہے' ہوا کے تیز اور معطر جھونکے ان کے قدم چومتے ہیں لیکن یہ اسی طرح سربلند ہیں۔ سب سے بے نیاز' الگ تھلگ۔ پھر بھی انسان چاہتا ہے کہ اپنے ناپاک قدموں سے ان کے تقدس کو پامال کردے۔ اور مرد تو مرد اب عورتیں بھی ان کو زیر کرنے کی بات کرنے لگی ہیں۔"

"ایورسٹ" اچانک کرنل پرکاش کی بھاری آواز گونجی۔ "ارے کوئی ریڈیو تو لگاؤ' دیکھیں انہوں نے ایورسٹ کی چوٹی سر کی یا نہیں۔"

مختار نے ریڈیو آن کردیا' سب خبریں سننے لگے لیکن ایورسٹ کا ذکر نہیں آیا۔ مختار نے ریڈیو بند کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے اب تک ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ایورسٹ ضرور سر کرلیں گے۔" کرنل نے کہا "کیا خیال ہے مسٹر منندا؟ وہاں آج کل موسم کیسا ہوگا؟"

منندا نے چونک کر کرنل کو دیکھا "وہاں تو موسم اچھا ہوگا لیکن میرا خیال ہے یہاں بارش ہونے والی ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھا ہوگا۔ مچھلی کا شکار خوب ہوگا۔" مسز کانتا پرکاش نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں" رابرٹا نے بچوں کی طرح ٹھنک کر کہا "کل تو ہم پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کررہے ہیں۔"

"تم کس سمت سے اوپر جاؤ گی؟" شوکت نے پوچھا۔

"پتا نہیں' یہ فیصلہ تو میرین کو کرنا ہے۔"

"میرے خیال میں تم گوگام کی جانب سے چڑھو۔ ادھر سے چڑھائی آسان ہے۔" راما پال پہلی مرتبہ بولا۔

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کس سمت سے جانا ہے۔" میرین نے درشت لہجے میں کہا "ہم گام پولا کی چوٹی سر کریں گے۔" ...اس کا لہجہ اتنا تیز تھا کہ چند لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

میں نے دیکھا کہ بے چینی سے پہلو بدلنے والوں میں مختار بھی شامل تھا۔ آخر کار منندا نے خاموشی توڑی۔ "مس میرین! کیا یہ مناسب ہوگا؟"

میرین اچانک غصے میں کھڑی ہوگئی۔ "میں یہ ثابت کردینا چاہتی ہوں کہ یہ توہم پرستی کا دور نہیں ہے۔ میں گام پولا کا جادو توڑ کے رہوں گی" ۔ اس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا اور پیر پٹختی ہال سے باہر نکل گئی۔ رابرٹا بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دی' سناٹا چھا گیا۔

میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے جانے کے ارادے سے کھڑی ہوگئی' ابھی میں چند قدم ہی گئی تھی۔ کہ مختار اپنی جگہ سے اٹھ کر میری سمت میں بڑھا۔ میں نے بوکھلاہٹ میں ادھر اُدھر دیکھا اور پھر رکمنی کے پاس جاکر رک گئی۔ "میں ذرا باہر چہل قدمی کے لئے جارہی ہوں' کیوں نہ تم بھی ساتھ چلو۔" میں نے جلدی سے کہا۔

رکمنی نے پس وپیش کے عالم میں مجھے دیکھا۔ "میں بہت تھک گئی ہوں۔" اس نے بہانہ کیا۔

میں مایوس ہوکر واپس مڑی تو شوکت برابر میں کھڑا تھا۔ "آیئے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے پیشکش کی۔ مختار یہ سن کر رک گیا۔ وہ میرے جواب کا منتظر تھا۔

"اوہ شکریہ شوکت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس بند جگہ پر میرا دم گھٹ رہا ہے۔" میں اس کا بازو پکڑتے ہوئے چلنے لگی۔

ایک لمحے کے لئے مختار کی نگاہیں مجھ سے ملیں' اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ پھر اچانک وہ مسکرایا اور ہیم لتا کی طرف بڑھ گیا۔

○☆○

ہم ٹہلتے ہوئے وادی کے اس حصے میں پہنچ گئے جو گام پولا کے دامن میں واقع ہے۔ چاند کی تیز روشنی میں پوری وادی ایک دلکش' خواب ناک منظر پیش کررہی تھی۔ میں نے خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا۔

"کیا دریا کے کنارے سے کوئی راستہ نہیں جاتا؟"

"ہاں۔ ایک راستہ ادھر سے بھی ہے لیکن بہتر ہے کہ ہم گام پولا کے اس جانب سے چلتے رہیں۔ یہ جو پہاڑی سامنے نظر آرہی ہے یہاں سے پوری گھاٹی کا منظر اس وقت بڑا کیف پرور ہوگا۔ آگے چل کر دریا کے کنارے ایک دلدلی علاقہ ہے جو بہت خطرناک ہے۔ تاریکی میں راستہ بھول کر آدمی اس دلدل میں پھنس سکتا ہے۔"

"اچھا ہوا تم ساتھ آگئے۔" میں نے خوف سے پھریری لے کر کہا۔ "ورنہ میں راستہ بھول کر ادھر جاسکتی تھی۔"

"شوکت نے دھیرے سے قہقہہ لگایا۔ "بس جانے کیوں میرا دل مچل اٹھا کہ یہ دلکش علاقہ تمہیں دکھاؤں۔ یہ دنیا کے حسین ترین مقامات میں سے ہے۔"

"کیا تم یہاں کے رہنے والے ہو شوکت؟"

"نہیں۔ میں نوارا ایلیا کا رہنے والا ہوں۔ یہ ایک پہاڑی آبادی ہے۔ بچپن ہی سے ان پہاڑوں کے دامن میں پروان چڑھا ہوں اسی لئے ان سے اتنا پیار کرتا ہوں۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میرے آباواجداد ترک تھے۔ شاید تم کو پتا نہ ہو کہ سیلون میں چھ لاکھ سے زیادہ مسلمان بستے ہیں۔ ان کا تعلق عرب کے عور قبیلے' ترکوں اور ملائی خاندانوں سے ہے جو کئی صدی میں یہاں آکر بس گئے تھے۔ ان پربتوں کے علاوہ میرا کوئی نہیں' میں والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ ماں پیدائش کے وقت مرگئی تھی باپ کٹر مذہبی آدمی تھے' ساری زندگی ایمان داری کی وجہ سے مفلسی میں گزری لیکن باپ کی موت کے تھوڑے عرصے بعد میرے ایک دولت مند چچا جو کہ کولمبو میں تجارت کرتے تھے' اچانک مرگئے اور میرے لئے ڈھیر ساری دولت چھوڑ گئے' انہوں نے شادی نہیں کی تھی اس لئے میں واحد وارث قرار پایا۔"

شوکت کی داستان اتنی المناک تھی کہ میرا دل بھر آیا "تم اس دنیا میں بالکل تنہا ہو' واقعی یہ ٹریجڈی ہے۔"

بچے ہمارے عہد کے...

ایک استاد کلاس میں بچوں کو انسانوں کی زندگی میں جانوروں کے دخل کے بارے میں بتارہے تھے۔

"انسان جانوروں کی کھال سے چمڑا' بالوں سے اون' گوشت سے غذا اور سینگوں کو مختلف کاموں کے استعمال میں لاتا ہے" پھر وہ اچانک ایک بچے کی طرف مڑ کر کہنے لگے "تم بتاؤ' انسان جانوروں کی ہڈیوں کا کیا کرتا ہے؟"

بچے نے فوراً جواب دیا "اگر کوئی شخص تہذیب یافتہ ہو تو ہڈیوں کو پلیٹ کے کنارے پر رکھ دیتا ہے۔"

☆---☆---☆

ایک گھر میں چور تمام مال واسباب سمیٹ کر بھاگنے کی تیاری میں تھے کہ اچانک صاحب خانہ کے بچے کی آنکھ کھل گئی۔

بچے نے چوروں کو دیکھا تو آہستہ سے بولا۔

"شرافت سے میرا بستہ بھی ساتھ لیتے جائیے۔ نہیں تو میں اپنے ابو کو جگادوں گا۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ میں چونک پڑی۔ "یہ پہاڑ' یہ وادیاں اور یہ ہر سمت بکھرا ہوا حسن یہ سب میرے ساتھی ہیں۔ میں نے ساری زندگی ان سے پیار کیا ہے۔ یہ مجھے تنہائی کا احساس بھی نہیں ہونے دیتے۔ احتیاط سے چڑھو۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر مجھے سہارا دیا۔ "یہ چڑھائی خطرناک ہے۔ مجھے ان دونوں عورتوں پر غصہ آرہا ہے' احمق سمجھتی ہیں کہ گام پولا کو سر کرنا مذاق ہے۔"

"لیکن میرین کہہ رہی تھی کہ اسے راستہ معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"اسے جلد معلوم ہوجائے گا۔" شوکت نے کہا۔

ہم گام پولا کے دامن میں واقع چھوٹی پہاڑی پر کافی بلندی تک پہنچ گئے تھے۔ شوکت مجھے ایک چوڑی سی چٹان کے اوپر لے آیا جو چھجے کی طرح باہر نکلی ہوئی تھی۔ میں ہانپنے لگی تھی اس لئے ہم وہاں بیٹھ گئے۔ نیچے گہری کھائی تھی' دور ہوٹل کی جھلملاتی روشنی بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ سامنے گام پولا کی فلک بوس چوٹی چمک رہی تھی۔

"ایک بات بتلاؤ شوکت۔" میں نے کہا۔ "میرین کہہ رہی تھی کہ گام پولا کا جادو توڑ کے رہے گی۔ اس کا مطلب کیا تھا؟"

"مطلب؟"

"ہاں' آخر گام پولا میں کیا بات ہے جو ہر شخص اس کے ذکر

سے خوف زدہ ہو جاتا ہے' جس سے بھی نام لو سہم جاتا ہے۔"

"تمہیں نہیں معلوم؟"

"معلوم ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتی؟"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ دس بارہ روز قبل گام پولا کی چڑھائی پر ایک سنسنی خیز قتل ہو گیا تھا۔" شوکت نے بتایا۔ "مقتولہ ایک خوبصورت مقامی دوشیزہ تھی۔"

میں نے گام پولا کی چوٹی کی سمت دیکھا تو خوف کی ایک سرد لہر جسم میں دوڑ گئی۔ "وہ بد قسمت لڑکی کون تھی؟" میں نے پوچھا۔ "اور قتل کس نے کیا؟"

"یہ بات تو اب تک پولیس بھی معلوم نہیں کر سکی کہ قاتل کون تھا" شوکت نے کہا "لڑکی کا نام ساوتری تھا وہ گاؤں کے... ایک ملاح ڈومل کی لڑکی تھی۔ بڑی خوبصورت' شوخ اور الھڑ۔ شباب کا تراشا ہوا ایسا مجسمہ جس پر نظر ٹھہرنا مشکل تھا۔ کہتے ہیں گاؤں کے ایک لڑکے راگھو سے اس کا عشق چل رہا تھا۔ ان کی منگنی ہو چکی تھی اس لئے تنہائی کی ملاقاتوں پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ اس روز بھی ماں باپ نے یہی سوچا کہ وہ راگھو کے ساتھ کہیں ہوگی لیکن پھر وہ واپس نہ آئی۔ راگھو اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اس دن وہ ساوتری کے ساتھ تھا۔"

"لیکن وہ دونوں پیار کرتے تھے' پھر راگھو اس کا قاتل کیسے ہو سکتا ہے؟"

"پیار اگر نفرت میں بدل جائے تو انجام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"... شوکت نے کہا "راگھو کا بیان ہے کہ قتل سے دو روز پہلے ان کا آپس میں جھگڑا ہوا تھا اور غصے میں ساوتری نے یہ راز افشا کر دیا تھا کہ اسے اب راگھو کی پروا نہیں۔ ایک شہری بابو اس پر جان دینے لگا تھا۔ وہ راگھو کی طرح جنگلی دیہاتی نہیں تھا۔ وہ بھی اسے پسند کرنے لگی تھی۔ اس کا یہ نیا عاشق شہری بابو ہوٹل میں مقیم تھا۔"

"اوہ خدایا...... نہیں" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"راگھو کا یہی بیان ہے" شوکت نے کہا۔

"لیکن ضروری نہیں کہ ہوٹل والا شہری بابو ساوتری کا قاتل بھی ہو" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ بے شک یہ ضروری نہیں ویسے ممکن ہے یہ داستان راگھو نے خود گھڑ لی ہو' کچھ بھی ہو وہ جس کے ساتھ بھی اس رات گئی تھی اسی نے اسے قتل کر دیا۔"

"اور وہ اسے لے کر گام پولا پر آیا...؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کے بعد کی تفصیل بڑی بھیانک ہے۔ رات کو تقریباً بارہ بجے تین آدمی شکار کھیل کر واپس آ رہے تھے کہ انہوں نے گام پولا کے نیچے ایک چٹان پر شعلے اٹھتے دیکھے' انہیں حیرت ہوئی کہ اتنی رات گئے وہاں کون الاؤ جلا رہا تھا۔ پھر بھی وہ شاید نظر انداز کر دیتے لیکن شعلوں کی روشنی میں انہیں چٹان پر ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا تو وہ حقیقت معلوم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن جب تک وہ تینوں وہاں پہنچے شعلے بجھ چکے تھے۔ پہاڑی کی گر پر ایک چوڑی سی چٹان تھی جس پر جلی ہوئی لکڑیوں کی راکھ اور انگارے پڑے تھے اور ان کے درمیان ساوتری کا جسم چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے اور گردن کٹی ہوئی تھی۔"

"اف میرے خدا؟" میرے منہ سے دہشت زدہ لہجے میں نکلا۔

"لاش زیادہ نہیں جلی تھی لیکن یہ بات واضح تھی کہ قاتل نے اسے ہلاک کرنے کے بعد لاش وہاں لا کر رکھی تھی۔ اس کے سارے جسم پر راکھ چپکی ہوئی تھی' کپڑے اسی طرح موجود تھے لیکن پیر ننگے تھے۔ کسی نے اس کے جوتے اور تمام زیورات اتار لئے تھے۔ نہیں۔ زیورات چوری نہیں ہوئے تھے۔" اس نے فوراً کہا۔ "سارے زیورات اور جوتے چٹان کے کنارے ایک جگہ رکھے تھے۔ ان میں ایک انگوٹھی' دو کنگن' کان کے بندے اور ایک بروچ تھا جسے جڑاؤ پن بھی کہتے ہیں... ہے نا عجیب بات؟"

"لیکن میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔ وہ بے چاری پوری طرح بناؤ سنگھار کر کے آئی تھی۔" میں نے کہا۔ "کیا پولیس اب تک کوئی سراغ نہیں لگا سکی؟"

"خدا جانے... وہ تحقیقات کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ گام پولا کے نام سے لوگ کیوں خوف زدہ ہو جاتے ہیں؟"

"ہاں۔ یہ واقعہ بلاشبہ انتہائی بھیانک ہے۔ پولیس کو چاہئے کہ ساوتری کے بے رحم قاتل کو جلد از جلد گرفتار کرے۔" میں نے کہا۔ "ویسے اس رات ہوٹل میں کون کون موجود تھا؟"

شوکت نے چونک کر مجھے گھورا۔ "میں تمہارا مقصد سمجھ گیا۔"... اس نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہارے علاوہ باقی تمام افراد ہوٹل میں مقیم تھے' اور کسی کے پاس اپنی نقل و حرکت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ پولیس پہلے ہی چھان بین کر چکی ہے۔ خود میں یہ شہادت پیش کرنے سے قاصر ہوں کہ ہوٹل میں موجود تھا۔"

"اوہ... میرا یہ مطلب نہیں تھا" میں نے کہا "میں تم پر شبہ نہیں کر رہی"

"شکریہ۔ لیکن یہاں قیام کے دوران تم کو اس بارے میں محتاط رہنا ہو گا کہ کس پر بھروسا کر سکتی ہو"

"اوہ خدایا!" میں نے اچانک اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے..... میں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہ تھا۔"

"حماقت میری ہے کہ میں نے اس ویران جگہ پہنچ کر تمہیں یہ واقعہ سنایا۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے ہوٹل سے روانہ

ہونے سے قبل تمہیں اس بارے میں بتلا دینا چاہئے تھا۔ آؤ واپس چلیں۔"

میرا دل خوف سے دھڑکنے لگا تھا۔ شوکت میرا ہاتھ پکڑ کر رہنمائی کر رہا تھا کیوں کہ ڈھلوان خطرناک تھی۔ ہم گر کے اوپر پہاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ تاریکی میں راستہ دیکھنا دشوار تھا۔ اچانک راستے میں کوئی ڈھیر سا نظر آیا۔ میں چونک کر رک گئی۔ "یہ... یہ کیا ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں۔ کسی نے الاؤ کے لئے لکڑیاں جمع کر کے رکھ دی ہیں۔" اس نے کہا اور پھر میرے دہشت زدہ چہرے کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ "خیریت تو ہے؟ تم الاؤ دیکھ کر خوف زدہ کیوں ہو گئیں؟ اوہ میرے خدا....." اس نے اپنا بازو میرے گرد حمائل کر کے تسلی دی۔ "مجھے بالکل خیال نہ رہا تھا۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بہت دور جو چوٹی نظر آرہی ہے' سری پدیا آدم چوٹی کہلاتی ہے۔ یہ پہاڑی ساڑھے سات ہزار فٹ بلند ہے۔ سری پد کے معنی ہیں مقدس' نقش پا۔ اس چوٹی پر ایک چھتی ہوئی جگہ ہے جہاں چٹان پر تقریباً چھ فٹ لانبا اور تین فٹ چوڑا پاؤں کا ایک نشان ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ شیوجی کے قدم کا نشان ہے۔ بدھ مذہب والے اسے مہاتما بدھ کے پیر کا' مسلمان اور عیسائی کہتے ہیں کہ جنت سے نکالے جانے کے بعد حضرت آدمؑ نے جو پہلا قدم دنیا میں رکھا تھا اس کا نشان ہے۔ پورنماشی کی رات کو زائرین اس پہاڑی پر ننگے پاؤں چڑھتے ہیں۔ جگہ جگہ لکڑیوں کے الاؤ جلاتے ہیں۔ اس رسم کے متعلق بھی مختلف عقائد ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ الاؤ کی آگ سے بدروحیں بھاگ جاتی ہیں۔ بدھ مت والے اسے برکت کے لئے جلاتے ہیں تاکہ فصل اچھی ہو اور سلامتی رہے۔ اسی کی تقلید میں آس پاس کے علاقے کے لوگ بھی پہاڑیوں پر الاؤ جلاتے ہیں۔ یہ الاؤ اسی کی تیاری ہے۔"

شوکت کی باتوں میں راستہ گزر گیا۔ ہم ہوٹل پہنچے تو خاصی دیر ہو چکی تھی۔ کرشن موہن اور وجے کمار بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ کچھ دور مہندا اپنی میز پر تنہا بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ میں شوکت کا شکریہ ادا کر کے اپنے کمرے کی سمت روانہ ہو گئی۔ اوپر جانے والا چوڑا زینہ پہلی منزل پر پہنچ کر تین راستوں میں تقسیم ہو گیا تھا... تینوں جانب کشادہ کاریڈور تھے جن میں قطار سے لگی ہوئی کھڑکیاں باہر کی جانب کھلتی تھیں۔ میرا کمرا جنوب کی سمت تھا جس کے آخر میں غسل خانہ تھا۔ میں نے کمرے میں جا کر تولیہ' صابن لیا اور دیر تک نہاتی رہی۔ جب غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلی تو ہوٹل میں سناٹا چھا چکا تھا اور لوگ آرام کرنے کے لئے لیٹ چکے تھے اس لئے میں دبے پاؤں اپنے کمرے کی سمت بڑھی۔ ...جس جگہ زینہ غلام گردش پر ختم ہوتا تھا' وہاں سے گزرتے ہوئے اچانک میری نظر سامنے پڑی' مخالف سمت کے کاریڈور میں

شوہر کا کردار

ایک شخص کو جب پہلی مرتبہ فلم میں اداکاری کا موقع ملا تو وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں اپنے دوستوں سے کہنے لگا "آج میں بہت خوش ہوں۔ مجھے فلم میں کام مل گیا ہے اور میرا کردار شوہر کا ہوگا۔"

دوست نے جواب دیا "مبارک ہو' مگر دل لگا کر کام کرنا... ایک نہ ایک دن تمہیں بولنے والا کردار بھی مل جائے گا۔"

مجھے دو سائے کھڑے نظر آئے' انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بازوؤں میں سمائے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی چاندنی دریچے سے چھن کر آرہی تھی۔ وہ علیحدہ ہوئے تو میں نے ہیم لتا کو پہچان لیا لیکن مرد کی پشت میری جانب تھی۔ میں ابھی سوچ ہی رہی تھی وہ کون ہے کہ وہ ذرا سا گھوما۔ میں نے فوراً اسے پہچان لیا۔ میں تاریکی میں بھی مختار عظیم کو اچھی طرح پہچان سکتی تھی۔ میں دبے پاؤں تیزی سے چلتی ہوئی اپنی کمرے میں آگئی۔ چند لمحے بعد کسی کمرے کا دروازہ بند ہونے کی ہلکی آواز سنائی دی۔

رات کے ایک بج کر اڑتالیس منٹ ہوئے تھے کہ میری آنکھ اچانک کھل گئی۔ میں چند لمحے تک یونہی بیٹھی رہی اور تب یہ اندازہ ہوا کہ سر میں شاید درد ہو رہا تھا۔ سر درد کے یہ دورے مجھے اکثر پڑتے رہتے تھے۔ تاریکی میں بستر سے اٹھ کر میں ٹٹولتی ہوئی سوئچ تک پہنچی' میں نے بٹن دبایا لیکن کچھ بھی نہ ہوا' کمرا بدستور تاریک رہا۔ تب مجھے یاد آیا کہ بجلی ہوٹل کے اپنے جنریٹر سے پیدا کی جاتی تھی اور بارہ بجے جنریٹر بند ہو جاتا تھا۔

میں نے بہت کوشش کی کہ ذہن پہ طاری خوف نکل جائے لیکن تاریکی میں یہ ممکن نہ ہوا' پھر مجھے یاد آیا اور میں ٹٹولتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل تک پہنچی اور اس پہ رکھی ہوئی موم بتی روشن کر دی۔ ...سر کا درد اتنا شدید ہو چکا تھا کہ میں اسے پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اب درد کش گولی کے بغیر درد سے نجات ممکن نہ تھی۔ میں اٹھ کر بستر کے پاس آئی اور سرہانے رکھا ہوا پرس تلاش کیا لیکن پرس وہاں نہیں تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر بھی نہیں تھا۔ میں نے مسہری کے نیچے دیکھا اور پھر سارا کمرا چھان مارا لیکن پرس کہیں نہ مل سکا۔

بے بسی کے عالم میں سر پکڑ کر میں بستر پر بیٹھ گئی۔ اتنی رات گئے کسی اور سے بھی مدد طلب کرنے کی ہمت نہ تھی۔ پھر اچانک مجھے یاد آیا' میں جب شوکت کے ساتھ چہل قدمی کو گئی تھی تو پرس میرے ہاتھ میں نہیں تھا۔ لاؤنج میں چائے پیتے ہوئے میں نے پرس میز کے نیچے رکھ دیا تھا۔ میں جلدی سے اٹھی اور موم بتی

ہاتھ میں لے کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ ہر سمت تاریکی اور مکمل سناٹا طاری تھا۔ میرا دل ان جانے خوف سے اچھل رہا تھا' جیسے کسی بھی تاریک گوشے سے قاتل چھلانگ لگانے والا ہو۔ میں نے لاکھ دل کو سمجھایا کہ یہ محض احمقانہ خوف ہے لیکن ٹانگوں کی کپکپی دور نہ ہوئی۔ ابھی میں چند قدم ہی گئی تھی کہ اچانک سرگوشیوں کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ میں سہم کر رک گئی پہلے یہی سمجھی کہ یہ میرا وہم ہے لیکن سرگوشیوں کی تیز آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ تاریکی میں یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ آواز کدھر سے آرہی ہے۔ میں آگے بڑھی اور دوسرے ہی لمحے پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ میں نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا لیکن سناٹے میں یہ آواز اس طرح گونجی کہ میں دہل اٹھی۔ جھک کر دیکھا تو پتا چلا کہ دروازے کے سامنے رکھے ہوئے جوتوں سے ٹکرائی تھی۔ یہ لیڈیز جوتے تھے اور شاید پالش کے لئے باہر رکھ دیئے گئے تھے۔ غور سے دیکھنے پر مجھے یاد آیا کہ اونچی ایڑی کے یہ جوتے میں نے ہیم لتا کے پاؤں میں دیکھے تھے۔ اسی وقت سرگوشیاں پھر سنائی دیں۔ آواز اس دروازے کے پیچھے سے آرہی تھی جس کے سامنے میں کھڑی تھی اور اب یہ تمیز کرنا دشوار نہ تھا کہ سرگوشیاں کسی مرد اور عورت کے درمیان ہو رہی تھیں ہیم لتا کے کمرے میں کوئی موجود تھا۔ لیکن کون؟ کافور؟ وہ اداکارہ تھی۔ اس کے کردار کے بارے میں سنی ہوئی افواہیں مجھے یاد آرہی تھیں پھر اچانک مجھے مختار اور لتا کی ہم آغوشی کا منظر یاد آیا۔ بلا شبہ کمرے میں موجود مرد مختار تھا۔ غصے سے میرا دماغ جھنجھنا اٹھا۔ کمبخت کتنی بے حیا تھی! میں تیز تیز قدم رکھتی آگے بڑھ گئی۔

غصے کے عالم میں کچھ خیال نہ رہا اور میں نے ہال کا اسپرنگ دروازہ زور سے کھولا۔ پٹ اتنی تیزی سے واپس ہوا کہ اس کی ہوا سے موم بتی بجھ گئی۔ میں ایک بار پھر مکمل تاریکی میں گھر گئی۔ لیکن چند لمحے بعد آنکھیں تاریکی سے مانوس ہوئیں تو میں احتیاط سے قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھی۔ میز تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی میں جھک کر میز کے نیچے پرس تلاش کرنے لگی لیکن پرس وہاں بھی نہ تھا۔ اور پھر اچانک پیچھے رکھے ہوئے ریک پر مجھے پرس کا ہک چمکتا ہوا نظر آیا' کسی نے پرس اٹھا کر کتابوں کے ریک پر رکھ دیا تھا۔ میں نے جلدی سے پرس لیا' چند رسالے اور کتابیں بھی اٹھا... کر ہاتھ میں لے لیں اور ایک بار پھر ٹٹولتی ہوئی واپس روانہ ہوئی۔ میں ابھی شیشے کے دروازے سے باہر نکلی ہی تھی کہ ہوٹل کا بیرونی دروازہ آہستہ سے کھلا۔ میں اپنی جگہ ساکت کھڑی ہو گئی' میرا دل زور زور سے اچھلنے لگا تھا۔ کوئی دبے پاؤں اندر داخل ہوا اور پورچ میں رکھے ہوئے مچھلی کے شکار کے سامان میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ وہاں مہمانوں نے اور بھی سامان رکھا ہوا تھا۔ شوکت نے مجھے بتلایا تھا کہ ہوٹل کا دروازہ تمام رات کھلا رہتا ہے۔ ممکن ہے کوئی شکار کا سامان لینے آیا ہو۔ کچھ بھی ہو' مجھ میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ ذرا دیر بعد دروازہ بند ہونے کی آواز آئی' پھر قدموں کی چاپ دور ہوتی سنائی دی۔ میں بھاگ کر دریچے کے پاس گئی اور باہر جھانکنے لگی۔ ہلکا کہر پھیلا ہوا تھا لیکن میں نے اسے دیکھ لیا۔ وہ جھکا ہوا تیز تیز قدم رکھتا سڑک کی سمت جا رہا تھا۔ وہ کوئی دراز قد مرد تھا جس کے ڈگ لمبے لمبے تھے۔ جلد ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔ میں کھڑکی سے ہٹ کر چھوٹے سے پورچ کی سمت بڑھی اور تاریکی میں جھانکنے لگی۔ سامنے ایک لمبی سی میز پر تولنے کا ترازو رکھا ہوا تھا۔ ایک سمت بید کی کرسیوں پر مچھلیوں کا جال' کوہ پیمائی کی رسیاں' جوتے' برساتیاں اور اسی قسم کے سامان کا ڈھیر پڑا تھا۔ اسی لمحے پشت کی جانب والا دروازہ اچانک کھلا اور ایک شخص آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ خوف سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ ہاتھوں سے پرس اور کتابیں چھوٹ کر فرش پر گر پڑیں۔ میں سکتے کے عالم میں منجمد کھڑی تھی کہ ٹارچ کی تیز روشنی چہرے پر پڑی' میرے لبوں سے گھٹی ہوئی چیخ نکل گئی۔

"نادرہ؟" کسی نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔ "خدا کی پناہ! تم نے تو مجھے ڈرا دیا تھا۔" ٹارچ بجھ گئی۔

میں نے وجے کی آواز پہچان لی تھی۔ "تم نے بھی میرا دم نکال دیا تھا۔" میں نے کہا "کیا اس وقت شکار کھیل کر آرہے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن یہ تم نے گرایا کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"کتابیں اور پرس" میں نے جواب دیا اور جھک کر پرس اور کتابیں اٹھانا شروع کر دیں۔ "سر میں شدید درد تھا اور درد کی گولیاں پرس میں تھیں جسے میں لاؤنج میں بھول گئی تھی۔ لیکن تم کہاں تھے؟"

"میں کرشن موہن کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔" وجے نے اپنے جوتے کے تسمے باندھتے ہوئے کہا۔

"کرشن کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تو دو گھنٹے پہلے واپس آگیا تھا' شاید سو گیا ہوگا۔" وجے نے کہا۔

"وجے! تم سے کچھ دیر پہلے ایک اجنبی شخص یہاں آیا تھا۔ وہ پورچ میں کچھ تلاش کرتا رہا پھر چلا گیا۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکی کیونکہ ڈر گئی تھی۔"

"اوہ..... راگھو ہوگا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔ یہیں پہاڑ کے دامن میں رہتا ہے۔" وجے نے کہا۔ وہ مجھ سے ذرا پہلے آگیا تھا کیا تم اسے چور سمجھی تھیں؟ یہاں چوریاں نہیں ہوتیں۔"

"لیکن قتل ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

وہ ایک لمحہ چپ رہا پھر آہستہ سے بولا "تم کو معلوم ہو گیا؟ کس نے بتلایا؟"

"شوکت نے" میں نے جواب دیا۔ "وجے! کیا اس معصوم

لڑکی کو راگھو نے قتل کیا ہے؟"
"ابھی تک پولیس بھی یہ الزام ثابت نہ کر سکی۔" وجے نے کہا۔ سنو نادرہ یہ وقت قتل پر بحث کا نہیں ہے۔ جا کر سو جاؤ، صبح بات کریں گے۔"

○☆○

دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی۔ میں جب ہال میں پہنچی تو سب ناشتا کر چکے تھے۔ کرشن موہن اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ رکمنی بیزار سی بیٹھی تھی، کرنل پرکاش اپنی بیوی کانتا کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ ہوٹل کے مالک میجر یاسو کسی عمر رسیدہ، مقامی آدمی سے کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ رابرٹا اور میرین پورچ میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں۔ بارش زور و شور سے ہو رہی تھی۔ ان کے قریب بیٹھا ہوا شوکت مچھلی کا جال ٹھیک کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیا "کیا حال ہے، نادرہ؟ بڑا اچھا موسم ہے مچھلی کا شکار کھیلو گی؟"
"اس موسم کو صرف تم اچھا کہہ سکتے ہو۔" میں نے کہا۔ "میں یہاں گھومنے آئی ہوں اور رابرٹا کو پہاڑ پر جانا ہے۔"
"دونوں کی مرادیں پوری ہوں گی۔" شوکت نے ہنستے ہوئے کہا "یہ بارش کسی بھی لمحے رک سکتی ہے۔ یہاں مطلع منٹوں میں صاف ہوتا ہے۔"
"اوہ..... یہ تو بہت اچھا ہوگا۔" رابرٹا خوش ہو کر بولی۔
"لیکن احتیاط سے کام لینا اور زیادہ اوپر نہ جانا کیوں کہ کہر پھر چھا سکتا ہے۔" میرین نے گھوم کر ملامت آمیز نظروں سے شوکت کو گھورا۔ اسی لمحے مندا برساتی پہنے پورچ میں داخل ہوا۔
"اوہ مسٹر مندا کیا آپ بارش میں پہاڑ پر جائیں گے؟" رابرٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"لو بھئی مبارک ہو۔" میں نے رابرٹا سے کہا۔ "دو ماہرین نے پیشن گوئی کر دی۔ اب تم پہاڑ پر اطمینان کے ساتھ جا سکتی ہو۔" میں نے ہال کی سمت جاتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے میجر یاسو نے مجھے آواز دی۔
"مس نادرہ" انہوں نے کہا "آپ یہاں قیام کے دوران مچھلی کے شکار پر ضرور جائیں گی؟"
"ایں... ہاں۔ لیکن ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"... میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے، آپ جب بھی جانا چاہیں ڈول آپ کو اپنی کشتی پر لے جائے گا۔" یاسو نے کہا۔ "یہ بہت تجربہ کار مچھیرا ہے۔"
"ہاں بی بی، تم جب چاہو میرے ساتھ چلو۔" ادھیڑ عمر اور طاقتور جسم کے مالک ڈول نے بڑے پیار سے کہا۔ اس کے لہجے میں ایسی شفقت تھی کہ میں انکار نہ کر سکی۔
"ٹھیک ہے بابا۔ ہم بدھ کو چلیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہال کی سمت بڑھ گئی۔ مجھے ڈول کے لئے دل میں بڑی ہمدردی محسوس ہونے لگی۔ مجھے یاد آگیا تھا اس لئے کہ وہ ساوتری کا باپ ہے۔
میں نے ناشتا کیا اور اب اطمینان سے بیٹھی کافی پی رہی تھی کہ رام پال اٹھ کر میری جانب بڑھا۔ مس نادرہ، مجھے رامپال کہتے ہیں۔ کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟"
"شوق سے جناب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کس موضوع پر لکھ رہے ہیں؟"
"اوہ، تو آپ جانتی ہیں۔" وہ خوش ہو کر بولا "میں صرف سفرنامے لکھتا ہوں۔ یا پھر مختلف مقامات کے بارے میں کتابیں لکھتا ہوں اور اسی سلسلے میں مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"
"میری مدد؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔
"جی ہاں۔ آج کل میں کینڈی کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ یہ جھیل، یہ وادی، یہ فلک نما پربت۔ ان کے حسن کی داستان عورت کے بغیر نامکمل رہے گی۔ ان کے پس منظر میں مجھے کتاب کے لئے آپ کی تصویر درکار ہوگی۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "... اگر آپ اجازت دیں گی تو کتاب مکمل ہو جائے گی۔"
"پہلے معاوضہ طے کر لو۔" پشت سے آواز آئی۔ میں نے نہیں دیکھا تھا کہ مختار کب آکر میرے پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔ "مس نادرہ بھاری معاوضہ لیتی ہیں۔"
رامپال کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے پریشانی کے عالم میں مجھے دیکھا۔
"مسٹر مختار مذاق کر رہے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں بخوشی تصویر کھنچوانے کو تیار ہوں رامپال جی۔" اس نے شکریہ ادا کیا اور خوشی خوشی اٹھ کر چلا گیا۔ مختار کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"مجھے تم سے بات کرنی ہے نادرہ۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اب بات کرنے کے لئے باقی کیا رہ گیا ہے؟" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "کس سلسلے میں بات کرنی ہے؟"
"اپنے بارے میں" اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "اپنے مستقبل کے بارے میں۔"
"حیرت ہے کہ تم اب تک خوش فہمیوں کا شکار ہو۔" میں نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔ "میرا مستقبل تو تم نے پہلے ہی طے کر دیا تھا اور پھر ہیم لتا کے ہوتے ہوئے اس میں میری گنجائش کہاں ہے۔"... میں اس کو حیران چھوڑ کر وہاں سے چل دی۔ اس کی نگاہیں دور تک میرا پیچھا کرتی رہیں۔
بارش دوپہر سے پہلے ہی رک گئی تھی۔ رابرٹا اور میرین

ایک گھنٹا پہلے گام پولا کے لئے روانہ ہوچکی تھیں۔ کچھ دیر بعد میں نے مختار کو بھی اسی راستے پر جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر راماپال کیمرا لے کر آگیا تو ہم دونوں بھی وادی میں تصویر کشی کے لئے روانہ ہوگئے۔ راماپال نے مختلف مقامات پر میری تصویریں بنائیں۔ اس کے بعد ہم پہاڑی کے نچلے حصے پر ایک بلند چٹان پر جاکر بیٹھ گئے۔ راماپال نے اچانک ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "مس نادرہ' اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟"

"شوق سے کہئے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں تنہا آئی ہیں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے گردن ہلا کر ہاں کہی۔ "آپ تنہا کسی کے ساتھ باہر نہ جایئے۔ میرے ساتھ تو خیر کوئی خطرہ نہیں لیکن بھگوان کے لئے کسی اور کے ساتھ نہ جایئے گا۔"

میں حیران رہ گئی۔ سچ پوچھو تو صبح سے مجھے ساوتری کے قتل کا خیال بھی نہ آیا تھا۔ راماپال نے کچھ اس انداز میں یہ بات کہی تھی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ "شکریہ راماپال جی' میں محتاط رہوں گی۔"

"ساوتری صرف اٹھارہ برس کی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا" خوبصورت' الھڑ اور بالکل معصوم۔ میں جب بھی گھومنے نکلتا کئی بار اس سے ملاقات ہوتی۔ بڑی پیاری لڑکی تھی۔ ایک بار میں نے یہاں کے رسم و رواج کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے اس سے یوں ہی پوچھ لیا تھا کہ کیا اب بھی کٹاڈیا یہاں پر جادو ٹونے کرتے ہیں تو وہ گھبرا سی گئی تھی۔"

"یہ کٹاڈیا کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیلون میں جادوگر ڈاکٹرز کو کٹاڈیا کہتے ہیں۔ بالکل افریقی وچ ڈاکٹر کی طرح۔" اس نے بتایا۔ "یہاں ایک زمانے میں انسانی قربانی کا بھی رواج تھا۔"

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "ساوتری کے قتل کا جادو ٹونے سے کیا تعلق؟"

"دیکھئے نا' اسے بالکل اسی طرح گردن کاٹ کر ذبح کیا گیا جیسے قربانی دی جاتی ہے' پھر اس کی لاش پر برچ کی لکڑی' ہیدر' پیٹ شاہ بلوط کا ٹکڑا اور سارا غ وغیرہ بکھیرا گیا۔ جوتے اور زیورات اتار کر الگ رکھ دئے گئے۔ یہ ساری نشانیاں جادوئی رسموں کی ہیں۔ جیسے ساوتری کی قربانی دی گئی ہو۔"

"اوہ۔ یہ تو بڑا بھیانک خیال ہے۔" میں نے خوف سے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے آپ کو خبردار کیا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "آیئے اب واپس چلیں۔"

○☆○

میں نے سوچا کہ کیوں نہ کینڈی سے کہیں اور چلی جاؤں لیکن اچانک وہ واقعہ پیش آیا جس نے مجھے ارادہ بدلنے پر مجبور کردیا۔

ہم سب ڈنر کر چکے تھے' وجے نے کافی کے کپ اٹھا کر لاتے ہوئے اچانک پوچھا "ارے! کیا وہ دونوں کوہ پیما پہاڑ سے اب تک واپس نہیں آئیں؟"

"بھگوان..... ہمیں تو خیال ہی نہ رہا! انہیں اب تک آجانا چاہئے تھا۔" کرنل پرکاش نے کہا۔

"ان مورکھ لڑکیوں کو اس موسم میں جانا ہی نہیں چاہئے تھا"... مسز کانتا پرکاش بولیں۔

مختار کوئی خط لکھ رہا تھا' نظریں اٹھا کر بولا۔ "جب وہ روانہ ہوئیں تو بارش رک چکی تھی۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔"

شوکت نے مطمئن لہجے میں کہا "میں جانتا ہوں کہ میرین کو کوہ پیمائی کا کافی تجربہ ہے۔ وہ بلاوجہ کوئی خطرہ مول نہیں لے گی"... اس نے گھڑی کی سمت دیکھا" مندرا بھی تو ابھی تک نہیں آیا؟"

"ہم لوگ دوپہر کو ساتھ ہی ادھر گئے تھے"۔ وجے کمار نے کہا" رکمنی میرے ساتھ واپس آگئیں لیکن کرشن آگے چلے گئے تھے۔ ہم نے گام پولا پر ان لڑکیوں کو کہیں نہیں دیکھا۔ البتہ مختار تم ضرور ادھر گئے تھے۔"

"میں اوپر نہیں گیا تھا بلکہ نیچے سے ہی واپس آگیا تھا۔" مختار نے جلدی سے کہا۔ "مجھے بھی وہ دونوں کہیں دکھائی نہ دیں"

"اوہو' اس طرح بدحواس ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ آرہی ہوں گی۔" شوکت نے تسلی دی" ابھی صرف نو بجے ہیں"

"کمال کرتے ہو تم!" ہیم لتا نے تیز لہجے میں کہا" پتا نہیں ان دونوں کے ساتھ کیا صورتحال پیش آئی ہو! اور پھر یہاں جو کچھ ہوچکا ہے اس کے بعد...." اس نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

ہال میں سناٹا چھا گیا' ہر ایک کا ذہن ساوتری کے قتل کے بارے میں سوچنے لگا۔ "ان پہاڑوں میں سب کچھ ہوسکتا ہے۔" رکمنی نے اچانک کہا" اور میں تو ادھر بہت کچھ دیکھ رہی ہوں۔"

"بھگوان کے لئے یہ ذکر بند کرو۔" وجے نے کہا۔

"میں اس قتل کا ذکر نہیں... کر رہی تھی۔" رکمنی نے کہا۔

"یہاں دوسرے کھیل بھی کھیلے جارہے ہیں"۔ اس نے ہیم لتا کی سمت دیکھ کر کہا۔" اور پھر حادثہ بھی تو پیش آسکتا ہے۔ اس سے پہلے چار کوہ پیما حادثے کا شکار ہوچکے ہیں۔"

کسی نے ریڈیو کھول دیا لیکن ایورسٹ جانے والی ٹیم کی کوئی خبر نہ تھی۔

"کیا تم بھی ایورسٹ کی خبر سننے کی منتظر ہو؟" شوکت نے جیسے ملامت بھرے انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں تو۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میں نے ایورسٹ کو صرف ایک بار بہت دور سے دیکھا ہے اور سچ پوچھو تو

مجھے ان برف پوش چوٹیوں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوا جیسے پاکیزگی کا مینارہ ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ ان پاک صاف چوٹیوں کو انسان اپنے گندے قدموں سے ناپاک کرے۔"

"اوہو، تم تو شاعر ہوتی جا رہی ہو نادرہ۔" قریب بیٹھے ہوئے مختار نے بے ساختہ کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ نادرہ کو پہلے سے جانتے ہیں۔" شوکت نے مختار کو گھورتے ہوئے کہا۔

مختار نے اسے غصے سے دیکھا "ضروری نہیں کہ تمہیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو۔" اس نے ترش لہجے میں کہا۔ "لو، مسٹر مہندا تو آ گئے۔"

مہندا یہ سن کر پریشان ہو گیا کہ رابرٹا اور میرین اب تک واپس نہیں آئی تھیں۔ وہ پہاڑ کی دوسری جانب گیا تھا اس لئے ان دونوں کو نہ دیکھ سکا۔ وہ لباس تبدیل کر کے نیچے آیا اور کھانے کے دوران ہم سے باتیں کرتا رہا۔ جب دس بج گئے تو ہم سب کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ آسمان پر ایک بار پھر بادل چھانے لگے۔ اور بارش کے آثار نمایاں تھے۔ گام پولا کی چوٹی دھند میں چھپ گئی تھی۔ جب آدھ گھنٹا اور گزر گیا تو ہم سب کو یقین ہونے لگا کہ دونوں لڑکیوں کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اسی لمحے میجر یاسو ہال میں داخل ہوئے، ان کے چہرے پر فکر و پریشانی نمایاں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کی تلاش میں چلنا چاہئے۔ مسٹر کرشن ابھی ڈول کے ساتھ آئے ہیں۔ انہوں نے بھی دونوں لڑکیوں کو کہیں نہیں دیکھا۔"

لوگ فوراً کھڑے ہو گئے۔ "لیکن کیا یہ بات یقینی ہے کہ وہ گام پولا پر گئی تھیں؟"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔" میجر یاسو نے کہا۔ "ان کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا بھی گیا تھا۔"

"لیکن کب؟ کس نے دیکھا تھا اور کہاں؟" شوکت نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ ایلاناگ کی سمت سے اوپر چڑھ رہی تھیں" یاسو نے بتلایا۔

"ایلاناگ! بھگوان، ادھر سے تو بڑی خطرناک چڑھائی ہے۔" مہندا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن انہیں دیکھا کس نے تھا؟" مختار نے فوراً سوال کیا۔

یاسو نے اسے غور سے دیکھا اور کہا۔ "ڈول نے، وہ کہتا ہے کہ چار بجے کے قریب ان تینوں کو ایلاناگ کی سمت سے اوپر کی تنگ گھاٹی پر چڑھتے دیکھا تھا۔"

"تینوں؟" میں نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

یاسو نے گردن ہلائی۔ "ہاں۔ وہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی تیسرا شخص بھی تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں کے علاوہ باقی تمام لوگ یہاں موجود ہیں۔"

"ممکن ہے وہ کسی کو ساتھ لے کر گئی ہوں؟" مختار نے کہا۔

"وہ کسی کو لے کر نہیں گئی تھیں۔" شوکت نے درشت لہجے میں کہا۔

"یہ بحث بعد میں کر لینا۔" یاسو نے کہا۔ "پہلے ان کو تلاش کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ خواتین ہوٹل میں رہیں اور مرد حضرات پانچ منٹ میں تیار ہو کر کچن میں آ جائیں تاکہ راستے کے لئے کافی وغیرہ رکھ لیں۔"

کچھ دیر بعد سارے مرد روانہ ہو گئے۔ میرے ذہن میں بار بار صرف ایک سوال ابھر رہا تھا۔ ان لڑکیوں کے ساتھ تیسرا کون تھا؟ راگھو؟ لاؤنج میں صرف میں اور ہیم لتا رہ گئے تھے، باقی سب عورتیں اپنے کمروں میں آرام کرنے جا چکی تھیں۔ میں کچن سے جا کر گرم گرم کافی لے آئی۔

"میرا دل اَن جانے اندیشوں سے ہَول رہا ہے" میں نے ہیم لتا کو کافی کا کپ دیتے ہوئے کہا۔

ہیم لتا چند لمحے سوچتی رہی پھر اچانک مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "نادرہ! کیا تم کو جادو ٹونے پر یقین ہے؟"

میں بے ساختہ ہنس پڑی۔ "آج کے سائنسی دور میں کون ایسی احمقانہ باتوں پر یقین کرے گا؟" میں نے کہا۔ "اس پہاڑ پر کوئی جادو نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی دشوار چڑھائی پر پھنس گئی ہیں، یہ لوگ انہیں نکال لائیں گے۔"

"لیکن ان کے ساتھ وہ تیسرا کوہ پیما کون تھا؟"

"کوئی بھی ہو، بھوت تو ہرگز نہیں تھا؟"

ہیم لتا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ "بھگوان کرے وہ خیریت سے آ جائیں۔ رابرٹا بڑی پیاری لڑکی ہے۔ مجھے اس پر بڑا ترس آتا ہے لیکن اس چڑیل میرین کی پروا نہیں ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔" میں نے فوراً کہا "میرا خیال ہے میرین بھی دل کی بری نہیں ہے بس ذرا مزاج کی چڑچڑی ہے۔"

"چڑچڑی! کمبخت کا دماغ آسمان پر رہتا ہے۔ تمہیں نہیں پتا شوکت کو للچائی نظروں سے دیکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اس پر مرتی ہے۔"

مجھے غصہ بھی آیا اور ہنسی بھی "تم اس سے خواہ مخواہ اتنی بے زار ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ شوکت سے بھی اسی لہجے میں بولتی ہے۔"

"تم ابھی بچی ہو میری گڑیا۔ تم نے غور نہیں کیا کہ جب وہ کن انکھیوں سے شوکت کو دیکھتی ہے تو انداز کتنا مختلف ہوتا ہے۔"

.... لتا نے کہا "اور مجھے تو یہ شوکت بھی کوئی ٹھیک آدمی نہیں لگتا۔ .. بڑا پُراسرار ہے۔ تم آئندہ اس کے ساتھ جانے میں احتیاط برتنا۔"

"اچھا بابا۔ لیکن ہم کب تک یہاں بیٹھیں گے؟ آؤ چل کر کچھ دیر آرام کریں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ویسے جب تک یہ

لوگ واپس نہ آجائیں مجھے تو نیند آنے سے رہی۔"

"چلو تو پھر تم میرے کمرے میں بیٹھو' ہم باتیں کریں گے۔"

ہم سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ اچانک اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔

"تم سے ایک بات کی معافی چاہتی ہوں۔ میں نے باتوں باتوں میں شوکت کو یہ بتادیا کہ مختار تمہارا سابقہ شوہر ہے۔ اس وقت بالکل خیال نہ رہا۔ تم خفا تو نہیں ہوگی؟"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شوکت باتونی آدمی ہے۔ امید ہے کسی اور کو نہیں بتائے گا۔"

ہم لتا کے کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ اس نے دروازہ کھولا اور ٹٹول کر سوئچ کا بٹن دبایا۔ "اندر آجاؤ" اس نے مجھے اشارہ کیا۔ میں اندر چلی گئی' وہ دروازہ بند کرکے جیسے ہی پلٹی' خوف سے زرد پڑ گئی۔ اس کا چہرہ اتنا بھیانک ہوگیا تھا کہ میں گھبرا گئی۔

"کیا... کیا بات ہے لتا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

دوسرے ہی لمحے لتا کے لبوں سے ایک دہشت زدہ چیخ نکلی اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ "وہ.... وہ... قاتل... ہے بھگوان وہ قاتل!"

کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا۔ "لتا... ہوش میں آؤ۔ یہاں تو ہمارے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔"

"وہ.... وہ" اس نے کانپتے ہوئے بستر کی سمت اشارہ کیا۔

میں دم بخود رہ گئی' خوف کی ایک سرد لہر سارے جسم میں دوڑ گئی بستر پر ایک گڑیا لیٹی ہوئی تھی' اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ جسم پر راکھ پڑی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن کسی نے کاٹ کر علیحدہ کردی تھی۔

○☆○

رات بھر کی مسلسل تلاش کے باوجود رابرٹا اور میرین کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ رات بے حد تاریک تھی اور پہاڑ کی خطرناک چڑھائیوں نے ان کو اتنا تھکا دیا تھا کہ واپس آکر بے سدھ سوگئے۔ میجر باسو نے فون کرکے کوہ پیاؤں کی ایک مقامی امدادی جماعت کو بھی جمع کرلیا تھا۔ دوسرے دن صبح نو بجے ایک بار پھر سب لوگ' عورتوں سمیت لڑکیوں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ میں نے منع کرنے کے باوجود ساتھ جانے کی ضد کی تھی۔ اس مرتبہ بیس آدمیوں پر مشتمل جماعت روانہ ہوئی۔ ہوا کے تیز جھکڑوں کے ساتھ رک رک کر بارش ہوتی رہی اور جب ہم اس چھوٹی پہاڑی کے قریب پہنچے جہاں شوکت نے مجھے ساوتری کے قتل کی داستان سنائی تھی تو تیز ہوا کے ساتھ زوردار بارش شروع ہوگئی۔ ہم اس کی چوٹی پر پہنچے تو طوفانی ہوا میں پاؤں سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ بلندی پر سے ہوٹل کی عمارت بہت دور اور چھوٹی سی نظر آرہی تھی۔ اس کے عقب میں واقع قدیم اور شکستہ عمارت آسیبی مسکن لگتی تھی۔ ہوا سے کپڑے پھڑپھڑا رہے تھے۔ نیچے پوری وادی بارش کی وجہ سے اس طرح نکھر آئی تھی کہ نگاہیں اس کے حسن کی تازگی سے ٹھنڈک محسوس کررہی تھیں بہت دور بہتے ہوئے دریا کا پانی چاندی کی لکیر نظر آرہا تھا اور اس سے آگے حدِ نگاہ تک جھیل کا پانی چمک رہا تھا۔ رکمنی آہستہ آہستہ چل رہی تھی اس لئے ہم دونوں پیچھے رہ گئے تھے۔ اسی لمحے میں نے ہیم لتا کی کار کو ہوٹل سے روانہ ہوتے دیکھا۔ رکمنی بھی اسی سمت میں دیکھ رہی تھی۔

"یہ ہیم لتا کہاں جارہی ہے؟" اس نے حیران ہوکر پوچھا۔

"وہ واپس جارہی ہے" میں نے بتلایا۔ "اس نے رات ہی بمبئی جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔" میں نے گڑیا والا واقعہ کسی کو نہیں بتایا تھا۔

"شکر ہے" رکمنی نے اطمینان کی سانس لے کر کہا لیکن پھر فوراً ہی اسے خیال آیا کہ میں سُن رہی ہوں تو بوکھلا کر بولی۔ "اوہ' تم تو جانتی ہو کہ ہیم لتا جیسی عورتوں کی موجودگی میں مرد کیسے دیوانے ہوجاتے ہیں۔"

"ویسے ہیم لتا بڑی ملنسار اور خلوص والی عورت ہے۔" میں نے کہا۔ "مرد تو ہر خوبصورت شکل دیکھ کر بہک جاتے ہیں۔"

"تم شادی شدہ ہوتیں تو میری بات کا مطلب سمجھتیں۔" رکمنی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کرشن پروانے کی طرح اس کے گرد منڈلاتا رہتا تھا اور ہیم لتا کا نیا شکار اب وہ دراز قد مختار تھا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس کر رہ گئی۔ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں الاؤ کے لئے لکڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے اچانک یاد آیا کہ آج پورنماشی کی رات تھی"۔ اب یہ الاؤ تو جل نہیں سکے گا۔ لکڑیاں بھیگ گئی ہیں۔" میں نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"یہ مرد بھی کتنے ندیدے ہوتے ہیں۔" رکمنی نے پھر کہا۔ "ذرا اچھی صورت دیکھی اور پھسل گئے۔ مجھے کرشن سے اتنی بیوفائی کی امید نہیں تھی۔"

"سنو رکمنی!" میں نے غصے سے کہا "اگر تم کرشن کو اپنا بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو ذرا ذرا سی باتوں پر خفا ہونا چھوڑ دو۔ محبت میں اپنی انا کو مار کر رکھنا پڑتا ہے۔ تیز چلو' ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔"

میں اس بہانے رکمنی کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔ اب ہم گام پولا کے دامن سے اوپر جانے والی ایک ڈھلوان پگڈنڈی پر چڑھ رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے پھسلن ہوگئی تھی اس لئے لوگ ایک قطار میں اس تنگ راستے پر چڑھ رہے تھے۔ آگے جانے والے امدادی پارٹی کے مرد اپنی پشت پر تھیلے' رسیاں اور کوہ پیمائی کے اوزار لادے ہوئے تھے۔ پہاڑ کی آڑ ہوجانے سے ہوا کے تیز جھونکے کم ہوگئے تھے۔ کچھ دور چلنے کے بعد راستہ اتنا دشوار گزار ہوگیا کہ جگہ جگہ پتلی دراڑیں راستہ روکے ہوئے تھیں جن کی وجہ سے ہمیں چکر کاٹ کر آگے جانا پڑتا تھا۔ کہیں بلند نوکیلی چٹانیں ہمیں چکر کاٹنے پر مجبور کردیتیں۔ بعض بھاری

چٹانیں تو ڈھلوان پر ایسے رکھی ہوئی تھیں کہ لگتا تھا، چھوتے ہی لڑھک جائیں گی۔ ہم ان کے برابر کی پتلی سی گگر سے ہوتے ہوئے گزرتے تو بارش سے بہہ کر آنے والے پتھر پر پیر پھسلنے لگتے۔ اگر ہم نے ربر کی کیلوں والے جوتے نہ پہنے ہوتے تو ان پر سے گزرنا ممکن نہ ہوتا۔

آخر کار ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ڈول نے دونوں لڑکیوں کو کسی شخص کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ یہاں سے گام پولا کی چوٹی کا فاصلہ آدھا رہ جاتا تھا۔ گام پولا کی فلک نما چوٹیاں بلند میناروں کی طرح ہمارے سامنے سربلند تھیں۔ اس کی خطرناک ڈھلوانیں بارش کے پانی سے چمک رہی تھیں۔ ہم جہاں کھڑے تھے وہاں سے سیکڑوں فٹ نشیب کی گہرائیوں تک ڈھلوانوں کا سلسلہ چلا گیا تھا اس پر بڑی بڑی مہیب چٹانیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ نیچے دیکھ کر خوف آتا تھا۔ درمیان میں تنگ گھاٹیاں تھیں۔ ایک سمت میں چٹانوں کے تودے گرے ہوئے تھے اور سامنے باہر نکلی ہوئی وہ چھجے نما چوڑی چٹان تھی جس پر ڈول نے دونوں لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ اوپر سے بارش کے پانی کا ایک تیز دھارا بہتا ہوا ایلاناگ کی سمت گھاٹی میں گر رہا تھا۔ چٹان کے ایک سرے پر درّے نما ایک پتلی سی گلی تھی جہاں امدادی پارٹی کے ارکان جاکر رک گئے تھے بقیہ لوگ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ میں گردن اٹھائے بلندی پر ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہی تھی۔ ان کی باتیں تو صاف سنائی نہیں دے رہی تھیں لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ شاید انہیں کچھ نظر آگیا ہے۔ میری نگاہوں میں ان دونوں لڑکیوں کے چہرے رقص کرنے لگے۔ دل ان جانے اندیشے سے اچھلنے لگا اور بالکل نادانستہ طور پر میرے لبوں سے رابرٹا رابرٹا کی آواز نکلنے لگی۔

"کیا کررہی ہو؟ اس طرف نہ جاؤ، ڈھلوان بہت خطرناک ہے۔" وجے کمار نے اچانک میرا بازو پکڑ کر گھسیٹا۔ میں نے چونک کر دیکھا، بے خیالی میں جانے کب میں ڈھلوان چٹان کے کنارے پہنچ گئی تھی۔

"اوہ وجے..... کیا..... کیا ان کو لاشیں مل گئی ہیں؟" میں نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا "یہ لوگ اوپر رک کیوں گئے ہیں؟"

"ہوش میں آؤ نادرہ۔" اس نے میرے چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ لوگ جس چٹان پر کھڑے ہیں وہاں سے آگے راستہ نہیں ہے اور یہ وہی چٹان ہے جس پر ساوتری کی لاش ملی تھی۔"

میرا جسم کانپ اٹھا۔ میں اس تیسرے آدمی کے بارے میں سوچ رہی تھی جو دونوں لڑکیوں کے ساتھ نظر آیا تھا۔ لیکن ان لڑکیوں کو کوئی کس لئے قتل..... ؟ پھر خیال آیا کہ اس نے ساوتری کو بھی تو بے دردی سے قتل کردیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ چٹان پر کھڑے ہوئے امدادی جماعت کے افرادی رسّی نیچے پھینک رہے تھے شاید نیچے کچھ نظر آگیا تھا۔ شاید کوئی لاش.....

میں تیزی سے آگے بڑھی لیکن وجے نے پھر میرا بازو تھام لیا اور اپنے ساتھ لے کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ مجھے احساس تھا کہ وہ بار بار میرے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ میں بلاشبہ بے حد خوف زدہ تھی۔ آخر کار ہم اس چٹان پر پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ انہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا چٹان اور اس کے سامنے گہری دراڑ کے درمیان اوپر سے پانی کا دھارا گر رہا تھا اس لئے آگے جانا ممکن نہ تھا۔ کوہ پیماؤں کی امدادی جماعت کچھ تیاری کررہی تھی۔

"اب یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اگر ڈول کی یہ اطلاع صحیح ہے کہ لڑکیاں یہاں تک پہنچ گئی تھیں تو وہ یقیناً یہاں سے اوپر چڑھی ہوں گی تاکہ پانی کے اس دھارے کے مرکز پر پہنچ کر دوسری جانب جائیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ بھی اسی راستے سے جائیں گے اور شاید کچھ لوگ رسیوں کے ذریعے چٹان کے نیچے اتر کر دیکھیں۔ ممکن ہے لڑکیاں بھی رسیوں کی مدد سے نیچے اتری ہوں۔"

میں نے نیچے جھانک کر دیکھا، پانی کا تیز دھارا کافی نشیب میں ایک چٹان پر گر کر تیز آواز پیدا کررہا تھا۔ نوکیلی چٹانوں کا ایک سپاٹ سلسلہ اوپر چلا گیا تھا۔ خوف سے مجھے کپکپی آگئی۔

"بڑی خطرناک چڑھائی ہے" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اگر ان لڑکیوں نے یہاں سے اوپر چڑھنے کی کوشش کی ہوگی تو اسے صرف دیوانگی کہا جاسکتا ہے۔" میں نے گھوم کر دیکھا۔ شوکت شاید مجھے دیکھ کر وہاں آگیا تھا۔

میں نے نیچے جھانک کر گھاٹی میں دیکھا تو لرز گئی۔ نوکیلی چٹانیں منہ پھاڑے کھڑی تھیں "یہ لوگ رسیوں کے ذریعے اترنے کے بجائے کیا نیچے سے ہوکر وہاں نہیں پہنچ سکتے؟" میں نے کہا۔

"یقیناً پہنچ سکتے ہیں لیکن بہت لمبا چکر کاٹ کر جانا پڑے گا، کئی گھنٹے لگ جائیں گے۔ جبکہ رسی کی مدد سے یہ تھوڑی دیر میں اتر جائیں گے۔ ویسے تم فکر نہ کرو، یہ لوگ اپنے کام میں ماہر ہیں۔ ...تم یہیں بیٹھ کر آرام کرو اور اتنا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے ہمارے تمام خدشات غلط ثابت ہوں۔" وہ مجھے رکمنی کے پاس چھوڑ کر آگے چلا گیا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار کوہ پیمائی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تینوں کوہ پیما اتنے اطمینان کے ساتھ ایلاناگ کی سپاٹ چڑھائی پر اوپر جارہے تھے کہ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ منڈا سب سے آگے تھا۔ وہ رک رک کر دونوں ساتھیوں کو کچھ ہدایت دیتا جارہا تھا۔ نوکیلی چٹانوں کی ایک ترچھی دیوار سی سیدھی اوپر چلی گئی تھی۔ وہ اس بلندی کی سمت بڑھ رہے تھے جہاں سے پانی کا تیز دھارا نیچے گھاٹی میں گرتا تھا۔ منڈا کے پیچھے جانے والے دونوں افراد امدادی جماعت کے کوہ پیما تھے۔

...مہندا ایک باہر نکلی ہوئی چٹان کی سمت بڑھ رہا تھا جو چھجے کی طرح چوڑی تھی۔ جب وہ چٹان پر پہنچ کر کھڑا ہوا تو مجھے خوف سے جھرجھری آگئی۔

"مہندا بابو بڑا ماہر ہے چڑھائی کا۔" برابر بیٹھے ہوئے ڈومل نے کہا۔

مہندا نے رسی کا پھندا ایک نوکیلے پتھر کے گرد باندھ کر آزمایا اور پھر احتیاط سے چلتا ہوا چٹان کے کنارے پہنچا۔ وہ جب گھاٹی کی سمت جھک کر نیچے دیکھنے لگا تو میرے لبوں سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی حالاں کہ مہندا کی کمر رسی میں بندھی ہوئی تھی۔ پھر بھی اتنی بلندی سے نیچے جھانکنے کا تصور بھی میرے لئے روح فرسا تھا۔

"مہندا نیچے کیا دیکھ رہا ہے؟" میں نے کہا۔ "وہ لڑکیاں گھاٹی میں تو نہیں ہوں گی۔"

"اگر وہ اس چٹان سے پھسل کر گری ہیں تو یقیناً وہیں ہوں گی۔"... ڈومل نے کہا۔

"لیکن رابرٹا تو پہاڑ پر چڑھنا نہیں جانتی' اس کے لئے اتنی بلندی پر چڑھنا ناممکن تھا۔"

"لیکن میں نے ان کو اسی سمت بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔" ڈومل نے جواب دیا۔

مہندا اب چٹان کے دوسری جانب گھاٹی کے اندر لٹک رہا تھا' اس کا دوسرا ساتھی چٹان پر پہنچ چکا تھا اور تیسرا اوپر چڑھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے کچھ دیکھ لیا ہے۔

"ڈومل! یہ بیان تمہارا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی تیسرا شخص بھی تھا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے اور کیا وہ تیسرا مرد تھا؟"

"میں نے ان تینوں کو خود دیکھا تھا بی بی۔ لیکن آج کل لڑکیاں بھی تو مردانے لباس پہنتی ہیں لہٰذا اتنی دور سے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ مرد ہے یا عورت۔ البتہ ان میں جو لڑکی درمیان میں تھی اس کی جیکٹ سرخ تھی۔"

"وہ رابرٹا ہوگی" میں نے جلدی سے کہا۔ "وہی لال جیکٹ پہن کر آئی تھی۔"

چٹان سے اب دوسرا کوہ پیما بھی گھاٹی میں اتر چکا تھا اور تیسرا اترنے کی تیاری کر رہا تھا کہ مہندا اور دوسرا کوہ پیما چٹان پر واپس آگئے۔ وہ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے اور پھر مہندا نے نیچے کی طرف کچھ اشارہ کیا' میرا حلق خشک ہونے لگا۔

"ایسا لگتا ہے کہ... انہوں نے کچھ دیکھ لیا ہے" ڈومل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" میرے لبوں سے بے ساختہ نکلا "نہیں۔ میرے خدا نہیں...."

اسی لمحے رکمنی تیز تیز قدم رکھتی ہوئی ہماری سمت بڑھی "وہ نیچے گھاٹی میں ہیں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

میں اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کہ مجرباسو نے قریب سے کہا۔ "ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' یہ صرف ان کا خیال ہے۔"

ہمیں کھڑے دیکھ کر مختار بھی آگیا۔ "اگر وہ نیچے گھاٹی میں ہیں تو ہمیں نیچے جانا ہوگا۔ کیا خیال ہے باسو؟"

اسی لمحے مہندا نے ہماری سمت جھانکتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "نیچے جہاں پانی جمع ہے' ہمارا خیال ہے کسی کی ٹانگ نظر آرہی ہے۔"

میں چکرا کر بیٹھ گئی۔ ہلکی بارش ہو رہی تھی لیکن عجب بات تھی کہ میرا سارا خوف دور ہو گیا تھا' جس بات کا خدشہ تھا وہ معلوم ہو جانے کے بعد خوف کے بجائے دل میں درد و غم کا احساس ابھر آیا تھا۔ میں صدمے اور سکتے کے عالم میں پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شوکت اور مختار دونوں فکرمند نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے مہندا اور اس کے ساتھیوں کو نشیب میں اترتے ہوئے دیکھا' ان کے علاوہ بھی کئی اور لوگ نیچے اترے ہیں ان کو رسیوں کی مدد سے نیچے جاتے دیکھ رہی تھی۔ جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہو۔ اور پھر اچانک نیچے سے کوئی چلایا۔ میں اچھل پڑی' ڈومل نے لپک کر میرا بازو تھام لیا۔ "ہمت سے کام لو بی بی۔ شاید انہوں نے سراغ لگا لیا ہے۔"

میری آنکھیں بھر آئیں۔ وہ رسیوں کے ذریعے اسٹریچر نیچے اتار رہے تھے۔ ڈومل کے روکنے کے باوجود میں نہ مانی اور تقریباً بھاگتی ہوئی اس جگہ پہنچ گئی جہاں چٹان کے کنارے سے لوگ نیچے جھانک رہے تھے۔ کسی نے میرا بازو پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا۔ اور پھر اسٹریچر پر ایک اکڑی ہوئی لاش اوپر لائی گئی۔ میں نے اسے پہچان لیا' وہ میرین تھی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ اسی چٹان سے نیچے گری تھی۔ رسی اب تک اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی لیکن کسی نے دانستہ اس کی رسی کاٹ دی تھی۔

"او میرے پرماتما!" رکمنی نے خوف زدہ لہجے میں کہا "پھر قتل"

"رابرٹا...... رابرٹا کہاں ہے؟" میں نے امید و بیم کے عالم میں پوچھا۔

"ہر جگہ تلاش کر لیا لیکن اس کا کہیں پتا نہ چل سکا" اس نے بتلایا "وہ لوگ ابھی تک ہر طرف تلاش کر رہے ہیں۔"

دن بھر کی تلاش کے باوجود وہ رابرٹا کا سراغ لگانے میں ناکام رہے۔ میرین کی اکڑی ہوئی لاش کو ہوٹل لے جایا جا چکا تھا... میں سکتے کے عالم میں ساری کارروائی کو دیکھتی رہی۔ وہ میری رشتے دار یا دوست نہیں تھی لیکن اس کی دردناک موت سے مجھے شدید صدمہ پہنچا تھا۔ بارش رک رک کر ہوتی رہی لیکن سہ پہر کے قریب تھم گئی' بادل اب تک آسمان پہ چھائے ہوئے تھے... مجھے یہ احساس تھا کہ میں اس جگہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔ سب لوگ رابرٹا کی تلاش میں جا چکے تھے۔ یہ فلک بوس پہاڑ' سرسبز

شاداب وادیاں، یہ حسین مناظر سب اپنی دلکشی کھو چکے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ میرین کی موت پر میری طرح یہ سب بھی اداس ہوں۔ میں اپنے خیالوں میں گم آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک قدموں کی چاپ سن کر چونک اٹھی، نظریں اٹھا کر دیکھا تو شوکت چٹانوں کو پکڑتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ اس کے بال بارش سے بھیگ کر بکھر گئے تھے، چہرہ شاید تکان سے مرجھا گیا تھا، دونوں ہاتھ جگہ جگہ سے زخمی تھے، نظروں میں عجیب قسم کی مایوسی جھلک رہی تھی۔ ... مجھے ہیم لتا کی بات یاد آگئی۔ کیا واقعی شوکت اور میرین ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے؟ مجھے دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تم اب تک یہاں کیا کر رہی ہوں؟ تمہیں ہوٹل واپس جا کر آرام کرنا چاہئے تھا۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن دل نہیں چاہتا۔"

"تم نے کچھ کھایا پیا بھی ہے؟ لو یہ چند سینڈ وچز ہیں اور کافی بھی تھرماس میں گرم ہوگی۔" اس نے تھیلے سے سینڈوچز اور کافی کا تھرماس نکال کر میری طرف بڑھایا۔ میں نے بے تامل قبول کر لیا۔ کافی پی کر جیسے جان آگئی۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ میں اس قدر تھک گئی تھی۔ "ہمیں رابرٹا کو ہر قیمت پر تلاش کرنا چاہئے۔" ... میں نے کہا "خواہ ساری رات ہی پہاڑ پر کیوں نہ بسر کرنا پڑے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اب رابرٹا وقت کی محتاج رہ گئی ہے نادرہ۔" اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ..... وہ یقیناً زندہ ہے۔" میں نے غصے سے کہا۔ "اگر وہ میرین کے ساتھ کھائی میں گری ہوتی۔ تو یقیناً مل گئی ہوتی۔ ڈول کہہ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ اوپر کسی چٹان یا درخت وغیرہ میں پھنس کر بچ گئی ہو۔"

"میں نے گھاٹی کے اوپر کے حصے کا چپہ چپہ چھان مارا ہے۔" ... اس نے کہا۔ "میں کرشن اور مختار کے ساتھ تمام دن اسے تلاش کرتا رہا ہوں لیکن ہمیں اس کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔"

"وہ ضرور کہیں نہ کہیں تو موجود ہوگی۔" میں نے اصرار کیا۔ ... "ممکن ہے وہ زخمی ہو۔ یا ممکن ہے اتنی کمزور ہو کہ تمہیں آواز نہ دے سکتی ہو۔ اور کیا اس میں اب بھی کوئی شک ہے کہ میرین کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

"نہیں۔ اسے بلا شبہ قتل کیا گیا ہے" شوکت نے آہستہ سے کہا۔

"اور ڈول قسم کھاتا ہے کہ ان کے ہمراہ ایک تیسرا فرد بھی موجود تھا۔ ڈول جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور اگر اس کی بات کو غلط تسلیم کر لیا جائے تو کیا رسی رابرٹا نے کاٹی تھی؟"

"فرض کرو میرین اچانک پھسل گئی ہو۔ رابرٹا کو پتا نہیں تھی، وہ اسے نہ سنبھال سکی ہو اور ڈر گئی ہو کہ کہیں میرین کا بوجھ

گھڑی گھڑی ... گھڑی

ایک دفتر کا مالک انشورنس ایجنٹ کو بتا رہا تھا کہ اس نے گھڑی کے علاوہ تمام چیزوں کا بیمہ کروالیا ہے۔

ایجنٹ نے پوچھا "گھڑی کا بیمہ کیوں نہیں کروایا؟"

مالک بولا "گھڑی چوری نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں کام کرنے والے ہر آدمی کی نظر گھڑی پر ہی ہوتی ہے۔"

ایجنٹ نے پھر پوچھا "لیکن لنچ کے وقت تو وہ چوری ہو سکتی ہے۔"

مالک بولا "نہیں، لنچ کے وقت میری نظر گھڑی پر رہتی ہے۔"

☆----☆----☆

ایک لفٹ آپریٹر لوگوں کے بار بار وقت پوچھنے سے تنگ آچکا تھا۔ آخرکار اس نے ایک گھڑی خرید کر لفٹ میں لگادی تاکہ لوگ خود ہی وقت دیکھ لیا کریں۔ گھڑی کا فائدہ یہ ہوا کہ اب لوگ اس سے وقت نہیں پوچھتے تھے۔ ایک اور بات پوچھتے تھے "کیا یہ گھڑی ... ٹھیک ہے؟"

اسے بھی نہ نیچے گھسیٹ لے۔ اس گھبراہٹ میں وہ رسی کاٹ بھی تو سکتی ہے!"

"ایسی صورت میں وہ اب تک ہمیں مل گئی ہوتی۔ نہیں شوکت، تمہارا یہ مفروضہ غلط ہے، وہ تیسرا جو بھی تھا وہی قاتل ہے۔ ... اسی نے دانستہ رسی کاٹی ہوگی۔ لیکن اگر اس نے رابرٹا کو بھی ہلاک کر دیا ہوتا تو اس کی لاش اب تک مل جاتی۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ زخمی ہو کر کہیں چھپ گئی ہے لیکن اس صورت میں بھی وہ ہمیں نظر آجاتی۔ اوہ میرے خدا! میرا ذہن ماؤف ہو جائے گا۔" میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ بھی ہے معلوم ہو جائے گا۔" اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اس طرح پریشان ہونا لاحاصل ہے ... آؤ چلیں۔"

تاریکی پھیل چکی تھی، پہاڑ پر ہر سمت لوگ اب بھی تلاش میں سرگرم تھے۔ کوئی ڈھلوان، کوئی گھاٹی یا درہ ایسا نہ تھا جہاں رابرٹا کو تلاش نہ کیا گیا ہو۔ مہندا اور امدادی پارٹی کا کوہ پیما بار جو میرین کی لاش کے ساتھ ہوٹل گئے تھے، کھانا، کافی اور ٹارچیں لے کر واپس آگئے۔ ہم کھانے سے فارغ ہو کر کافی پی رہے تھے۔ تاریکی میں کھڑے ہوئے تمام افراد خاموش تھے۔ ممکن ہے یہ تکان کا اثر ہو یا ذہن میں ابھرتے ہوئے اندیشوں کا، سب کے

چہرے افسردہ اور تھکے ہوئے تھے۔ میں اور مہندا برابر کھڑے تھے۔ ..یہ واحد شخص تھا جو تمام دن کی محنت کے باوجود تازہ دم نظر آرہا تھا۔ تاریکی میں چلتا ہوا وجے بھی ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"ایلا ناگ کے نیچے والی گھاٹی تک تم گئے تھے۔" اس نے مہندا سے کہا۔ "وہ جگہ کیسی ہے؟"

"بے حد خطرناک ہے۔ ہر سمت گری ہوئی بڑی بڑی چٹانیں اور گڑھے ہیں۔ پانی کا دھارا اوپر سے.... جہاں گرتا ہے وہ اور بھی خطرناک ہے۔ پانی کی وجہ سے پھسلن ہوگئی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ رابرٹا وہاں نہیں ہے۔"

"وہاں کوئی غار یا تنگ دراڑیں ایسی نہیں جن میں چھپا جا سکے؟"

"ان گنت ہیں۔" مہندا نے کافی کا مگ رکھتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم چاروں نے...."

"ایک منٹ..... کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ ہر جگہ تلاش کرتے وقت کم از کم دو افراد ساتھ تھے؟"

ایک لمحے خاموشی طاری رہی پھر مہندا نے پس وپیش کے عالم میں وجے کی طرف دیکھا۔ اچانک شوکت نے سوال کیا۔
"کیوں؟ آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ہم جتنے افراد یہاں کھڑے ہیں انہی میں کوئی ایک قاتل ہے۔" وجے نے بلا جھجک کہہ دیا۔

"تم نے بڑی گندی بات کہی ہے وجے۔" کرشن موہن نے ملامت بھرے لہجے میں کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم' مہندا' شوکت یا مختار....."

"وجے نے جو کچھ کہا وہ سچ بھی ہو سکتا ہے۔" مہندا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "ممکن ہے کہ ہم ہی میں کوئی قاتل ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ دوسری لاش چھپانے کی کوشش کیوں کرے گا؟"

"اور پھر ہم سب نے مل کر چپہ چپہ چھان مارا ہے۔" بابر نے کہا۔

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ میں کسی کو الزام نہیں دے رہا ہوں۔" وجے نے کہا "صرف ایک امکان بتلا رہا تھا۔"

"اوہ ہاں..... میں یہ خوش خبری تو سنانا ہی بھول گیا تھا۔" مہندا نے اچانک کہا "ایورسٹ کی چوٹی سر ہوگئی ہے۔ آج سہ پہر کی خبروں میں ریڈیو نے یہ اطلاع دی تھی۔"

چند منٹ کے لئے لوگ سب کچھ بھول کر اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک ایک دو دو کرکے ایک بار پھر تلاش کی مہم پر روانہ ہونے لگے۔ مختار نے اچانک میری سمت مڑ کر دیکھا۔ "نادرہ! تم سنتی کیوں نہیں ہو؟ جاکر ہوٹل میں آرام کرو۔ یہاں...."

شوکت نے اچانک ترش لہجے میں مختار کی بات کاٹ دی۔

"تم نادرہ کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"کیا مطلب؟" مختار نے اسے غصے سے گھورا۔

کسی نے ٹارچ جلائی' اس کی روشنی میں شوکت کی آنکھوں سے نفرت اور غیظ و غضب کے شعلے سے نکلتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا اور وہ خونخوار انداز میں مختار کو گھور رہا تھا۔

"میں تم کو آخری بار خبردار کر رہا ہوں' آئندہ اگر نادرہ کے کسی معاملے میں دخل دیا تو ٹھیک نہ ہوگا۔" شوکت نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

"یہ تم دونوں نے کیا جھگڑا شروع کردیا ہے؟" میں نے فوراً ہی درمیان میں آتے ہوئے کہا۔ میں نے شوکت کا بازو پکڑ کر دبایا۔ ..."میرا یہاں ٹھہرنا واقعی بے مصرف ہے' میں بہت تھک گئی ہوں اور ہوٹل جاکر آرام کروں گی۔ تم لوگ خدا کے لئے میری فکر چھوڑ دو اور جاکر اس بے چاری کو تلاش کرو۔" میں نے اپنا سامان سمیٹنا شروع کردیا۔ مختار نے کچھ نہیں کہا اور شوکت کو گھورتا ہوا مہندا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"تمہارے پاس ٹارچ ہے؟" شوکت نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم میری فکر نہ کرو' مجھے راستہ یاد ہے میں ہوٹل پہنچ جاؤں گی۔" میں نے پھر کہا۔ "لیکن رابرٹا کو ضرور تلاش کرلینا۔"

شوکت بھی چلا گیا۔ میں کچھ دیر تنہا کھڑی سوچتی رہی شوکت کو اس طرح مجھ پر حق نہیں جتانا چاہئے تھا۔ میرے پیچھے پہاڑی پر ہر جانب ٹارچیں چمک رہی تھیں۔ لوگ زور زور سے بول رہے تھے' ان کی آوازیں رات کے سناٹے میں گونج رہی تھیں۔ میں نے ٹارچ کی روشنی میں آہستہ آہستہ نیچے اترنا شروع کردیا۔ پتھریلے' ناہموار راستے سے میں احتیاط کے ساتھ اتر رہی تھی۔ ڈھلوان پر بعض بڑی بڑی چٹانوں کے گرد چکر کاٹ کر گزرنا پڑ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ نیچے پہنچ کر جلد ہی وہ پگڈنڈی مل جائے گی جس پر چل کر ہم اوپر آئے تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے میرے چہرے سے ٹکرا رہے تھے۔ تلاش کرنے والوں کی آوازیں دور ہوتی جارہی تھیں۔ میں احتیاط سے اترتی ہوئی آخر کار اس جگہ پہنچ گئی جہاں ایک گول سی ہموار جگہ تھی۔ اچانک مجھے بُو کا احساس ہوا۔ میں رک کر چاروں سمت دیکھنے لگی۔ میری نظر دھوئیں کے بادلوں پر پڑی جو مشکل سے سو قدم کے فاصلے پر لکڑی کے ایک ڈھیر سے اٹھ رہا تھا۔ الاؤ..... کسی نے چٹان پر الاؤ جلا دیا تھا۔ میں چند لمحے تک الاؤ سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کو دیکھتی رہی اور پھر اچانک میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسی لمحے لکڑی چٹخنے کی آواز ہوئی اور دھوئیں کے درمیان سے ایک شعلہ بلند ہوا' الاؤ نے آگ پکڑلی تھی۔ میری نظروں میں ایک بھیانک منظر رقص کرنے لگا۔ ساوتری کی لاش سامنے پڑی تھی۔ اس کے نیچے رکھی ہوئی لکڑیوں سے شعلے اٹھ رہے تھے۔ رابرٹا.....

قاتل نے رابرٹا کی لاش کو اس مقصد کے لئے چھپا رکھا تھا۔

میں نے سامان وہیں پھینکا اور انجام کی پروا کئے بغیر الاؤ کی سمت بھاگنا شروع کردیا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا' میں جنون کے عالم میں چلاتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ جلتی ہوئی ٹارچ میرے ہاتھ میں تھی۔ کوئی میرے عقب سے بھی چلایا لیکن میں کوئی پروا کئے بغیر بھاگتی رہی۔ خوف' بدحواسی اور صدمے سے میری سسکیاں نکل رہی تھیں۔ شعلے اب تیز ہونے لگے تھے اور دھواں چھٹتا جارہا تھا۔ ہوا کا رخ میری جانب تھا اس لئے دھوئیں سے میرا دم گھٹنے لگا۔ الاؤ کے قریب پہنچ کر میں دھوئیں کے بادلوں میں گھر گئی لیکن مجھ پر جنون سا طاری ہوگیا تھا۔ جلتی ہوئی لکڑیوں کی آواز مجھے دیوانہ کئے دے رہی تھی۔ مجھے بس ایک ہی خیال تھا' رابرٹا اس چتا میں جل رہی ہے۔ الاؤ کے قریب پہنچ کر میرے قدم رک گئے۔ دھوئیں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کی بنا پر کچھ نظر نہ آرہا تھا... دم گھٹا جارہا تھا لیکن میں نے ہمت کرکے آنکھیں کھولیں۔ جلتی ہوئی لکڑیوں پر کسی کا جسم پڑا ہوا تھا' اس کی باہر نکلی ہوئی کلائی مجھے نظر آرہی تھی' پیروں کے جوتے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

میں دیوانہ وار چیختی ہوئی چتا کی سمت لپکی لیکن اسی لمحے دھوئیں سے اچانک کسی نے جھپٹ کر مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا اور پیچھے گھسیٹنا شروع کیا۔ غصے میں تلملا کر میں تڑپی تو ہاتھ آزاد ہوگیا۔ میں نے پوری قوت سے ٹارچ گھما کر وار کیا۔ چوٹ لگنے سے وہ کراہا اور ایک لمحے کے لئے گرفت ڈھیلی پڑی' میں نے دوبارہ وار کیا لیکن اس کے آہنی ہاتھوں نے میری کلائی پکڑلی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ مجھے پیچھے گھسیٹ کر اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ لیا۔ میں دہشت سے چیخ مار کر تڑپی تو وہ لڑکھڑا گیا اور پھر ہم دونوں ایک ساتھ لڑھکتے ہوئے نیچے گرے۔

"نادرہ.... نادرہ....." کوئی بالکل قریب سے چلایا لیکن خوف سے میری آواز حلق میں پھنس گئی۔

پھر کسی نے اچانک حملہ آور کو گھسیٹ کر مجھ سے جدا کیا اور دبے کمار نے حیرت زدہ لہجے میں کہا "راگھو..... تم! تم یہاں کیا کررہے ہو؟" اس نے راگھو کو مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑ رکھا تھا۔

ڈومل نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا۔ "تم خیریت سے تو ہو بیٹی؟" ...اس نے بڑی محبت کے ساتھ پوچھا۔

میں ڈومل کے سینے سے چمٹ گئی۔ "رابرٹا... وہ جلتی ہوئی لکڑیوں پر ہے.... خدا کے لئے پہلے اسے بچاؤ....."

ڈومل نے مجھے سہارا دیتے ہوئے پیچھے ہٹا کر دھوئیں سے باہر نکالا۔ "کیا وہ مرچکی ہے؟"

لیکن اسی لمحے دھوئیں کے درمیان سے کرشن موہن کی آواز ابھری "یہ رابرٹا نہیں' مہندا ہے۔ کسی نے اس کو گردن کاٹ کر ہلاک کردیا۔"

○☆○

دوسرے دن میں صبح دیر سے بیدار ہوئی۔ ساری رات مجھے بھیانک خواب نظر آتے رہے لیکن میں باہر نکلی تو سورج چمک رہا تھا۔ پہاڑوں کے اوپر اب بھی کہر کی چادر چھائی ہوئی تھی۔ نیچے پہنچتے ہی مجھے اطلاع ملی کہ رابرٹا ہنوز لاپتا تھی اور یہ کہ پولیس آگئی تھی۔ مجھ سے کچھ کھایا نہیں گیا اور میں صرف کافی پی کر خالی ڈائننگ ہال کی کھڑکیوں سے باہر جھانکنے لگی۔ اسی لمحے میجر یاسو نے آکر بتلایا کہ پولیس انسپکٹر مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ خوش قسمتی سے انسپکٹر براتا پہلے سے ہی ساوتری کے قتل کی تحقیقات کررہے تھے اور اب کولبو سے اسی سلسلے میں آئے تھے۔ انہیں میرن اور مہندا کے قتل کی اطلاع مل چکی تھی۔ انسپکٹر براتا ایک ادھیڑ عمر اور خوش اخلاق انسان تھے۔ ان کا چہرہ تجربے اور ذہانت کی عکاسی کرتا تھا۔ ان کے ساتھ ایک مسلمان سارجنٹ جعفر مور بھی تھے۔ انہوں نے فون کرکے فوری طور پر جس ڈاکٹر کو بلایا تھا وہ دونوں لاشوں کا معائنہ کرچکا تھا اور ایک سپاہی کو جائے واردات پر پہرہ دینے کے لئے روانہ کیا جاچکا تھا تاکہ کوئی سراغ کو مٹا نہ سکے۔ یاسو نے اپنے کمرے تک جاتے ہوئے یہ تفصیلات مجھے بتلادی تھیں۔ انسپکٹر براتا نے بڑے اخلاق کے ساتھ مجھے بٹھایا۔

"مس نادرہ سجاد!" انسپکٹر نے سامنے کاغذ پر نام پڑھتے ہوئے کہا۔ "آپ اتوار کی سہ پہر کو یہاں پہنچی تھیں۔ یہاں آنے سے قبل آپ نے ساوتری کے قتل کے بارے میں ضرور سنا ہوگا؟"

"نہیں انسپکٹر۔ مجھے تو یہاں آنے کے کافی دیر بعد اس المناک واردات کی خبر ملی۔"

انہوں نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس بارے میں کس نے بتلایا؟"

"یہاں ہر شخص گام پولا کے ذکر پر خائف نظر آتا تھا۔ جب میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو شوکت نے مجھے قتل کی واردات کے بارے میں بتلایا۔"

"اوہ.... مجھے معلوم ہوا ہے کہ مہندا کی لاش سب سے پہلے آپ نے دیکھی تھی؟"

"آپ یوں کہئے کہ لاش پر سب سے پہلے میری نظر پڑی تھی"... میں نے جواب دیا۔ "اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ مہندا کی لاش ہے۔ دراصل میں اسے رابرٹا سمجھ رہی تھی۔"

انسپکٹر نے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلادیا۔ "آپ اس نقشے پر اس جگہ کی نشاندہی کرسکیں گی؟"

میں نے اپنے اندازے کے مطابق اسے بتلادیا۔ پھر وہ مجھ سے دوسری تمام تفصیلات پوچھتا رہا۔ "دھوئیں کی وجہ سے میں بمشکل دیکھ سکتی تھی۔ پھر اچانک کسی نے مجھے اپنے بازوؤں میں

دبوچ لیا اور......"

"ایک منٹ۔" انسپکٹر نے کہا "آپ کو یقین ہے کہ وہ بالکل تنہا تھا؟"

"میرا خیال یہی ہے۔" میں نے کہا۔ "میں تو اس وقت یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ راگھو ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا "ایک بات بہرحال یقینی ہے کہ منداکو قتل ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے راستے میں کسی اور کو ادھر سے آتے جاتے نہیں دیکھا؟ کوئی آہٹ نہیں سنی؟"

"نہیں۔ رابرٹا کو تلاش کرنے والوں کی آوازیں دور سے آرہی تھیں لیکن جب میں چیخی تب البتہ کسی نے قریب سے آواز دی تھی۔"

"ہوں ..... مس نادرہ' ذرا غور کر کے بتلایئے' آپ نے منداکو آخری مرتبہ کب اور کہاں دیکھا تھا؟"

"ہم سب کھڑے باتیں کر رہے تھے' شوکت اور مختار میرے پاس تھے۔ میں نے مسٹر منداکو نیچے کی سمت جاتے دیکھا۔ پھر مجھے ان کی لاش ملی۔"

"وہ تنہا جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ بالکل تنہا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب یہ بتلایئے کہ آپ کی چیخ کی آواز سن کر جس نے پکارا تھا' آپ اس کی آواز پہچان گئی تھیں؟"

"نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ وجے کمار تھا کیوں کہ وہی سب سے پہلے وہاں پہنچا تھا اور اسی نے راگھو کی گرفت سے مجھے چھڑایا تھا۔ اس کے علاوہ ڈول بھی فوراً پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد کرشن موہن پہنچا تھا۔ میرا خیال ہے وہ دونوں ایک ساتھ آئے تھے۔"

"نہیں۔ ان کے بیان کے مطابق دونوں علیحدہ علیحدہ پہنچے تھے۔" انسپکٹر نے کہا "راگھو' وجے کمار' ڈول اور کرشن موہن کے علاوہ اور کون وہاں تھا؟"

"جی .... اور تو کوئی بھی مجھے نظر نہیں آیا۔" میں نے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں ایک ذاتی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کمرا مسز نادرہ مختار کے نام سے بک کرایا تھا۔ بعد میں اچانک آپ نے اسے کاٹ کر مس نادرہ سجاد کیوں کردیا؟"

میں ایک لمحے کے لئے سناٹے میں آگئی پھر میں نے اسے حقیقت بتلادی۔ "دراصل مجھے یہ علم بالکل نہ تھا کہ مختار پہلے سے یہاں مقیم ہے۔ میں مسز مختار بن کر اس سے الگ رہتی تو لوگ چہ میگوئیاں کرتے۔ لیکن انسپکٹر' آپ اتنے سارے سوالات کیوں کر رہے ہیں؟ قاتل کو تو آپ نے پکڑ لیا ہے۔"

"قاتل کو پکڑ لیا ہے؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیا اب بھی راگھو کے جرم میں کوئی شبہ ہے؟" میں نے پوچھا "وہ لاش کے پاس موجود تھا' اس نے مجھ پر بھی حملہ کیا اور مزید کیا چاہئے؟"

"ثبوت چاہئے مس نادرہ۔ مشکل یہ ہے کہ راگھو کا بیان بھی وزن رکھتا ہے۔ وہ میرین کی لاش ہوٹل پہنچا کر واپس جا رہا تھا کہ اسے جلتا ہوا الاؤ نظر آیا۔ وہ بھاگتا ہوا وہاں پہنچا ہی تھا کہ آپ کی چیخ کی آواز سنی۔ آپ دھوئیں کے درمیان سے بے تحاشہ بھاگتی ہوئی وہاں پہنچیں اور جلتی ہوئی آگ پر جھپٹ پڑیں۔ راگھو کا کہنا ہے کہ اگر وہ بروقت آپ کو نہ پکڑتا تو بری طرح جل سکتی تھیں۔ آپ نے اسے حملہ آور سمجھ کر ٹارچ سے مارنا شروع کردیا اور اس جدوجہد میں دونوں پھسل کر گر پڑے۔ پھر اتفاق سے ڈول بھی اس وقت راگھو کے ساتھ موجود تھا۔" وہ مسکرایا۔ "پھر بتلایئے ہم اسے کیسے قاتل تصور کرلیں؟"

"پھر غلطی میری ہے۔ میں اس وقت ہوش میں نہ تھی۔" میں نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اگر آپ کو کچھ اور نہیں پوچھنا تو میں جاؤں؟ میں دراصل پہاڑ پر جانا چاہتی ہوں۔"

"شوق سے جایئے' وہاں سب لوگ صبح سے رابرٹا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

○☆○

دو راتیں اور ایک دن پہاڑ پر مسلسل گزارنا آسان نہیں ہوتا۔ تلاش کرنے والے اس جگہ کا چپہ چپہ چھان چکے تھے اور اب رابرٹا کے زندہ ملنے کی موہوم امید بھی ختم ہو رہی تھی۔ میرا یہ خیال بھی کمزور پڑتا جا رہا تھا کہ قاتل نے ان کو الاؤ پر جلانے کے لئے یا قربانی دینے کے لئے ہلاک کیا تھا۔ یہ بات تو یقینی تھی کہ ان کے ساتھ پہاڑی پر نظر آنے والا تیسرا شخص ہی قاتل تھا اور بلا شبہ اسی نے منداکو قتل کیا تھا لیکن اگر اس نے کسی جادوئی رسم و قربانی کے لئے میرین کو قتل کیا ہوتا تو اسے منداکو قتل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اب میرے ذہن میں یہ خیال پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ قاتل جو کوئی بھی ہے' ایک ذہنی مریض ہے' وہ دیوانگی اور جنون کے عالم میں قتل کرتا ہے۔

سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا' گام پولا اور اس کے گرد کے پہاڑ روشنی میں چمک رہے تھے۔ تلاش کرنے والے اب ہر سمت میں پھیل گئے تھے' گھاٹیوں اور دروں کے درمیان تلاش کر رہے تھے۔ رامپال نے مجھے بتلایا کہ ایک پارٹی اب ایلاناگ کے اوپر والے حصے میں جا کر تلاش کر رہی ہے۔ پہاڑ میں ان گنت درے' گھاٹیاں اور درے نما دراڑیں تھیں۔ ہفتے لگ سکتے تھے۔ ہم ابھی اس جگہ پہنچے ہی تھے جہاں گزشتہ رات منداکی لاش ملی تھی کہ داہنی جانب سے کوئی چلایا۔ ہم نے دیکھا کہ کرشن موہن اور چند دوسرے افراد اوپر کھڑے ہاتھ ہلا رہے

تھے۔ رامپال مجھے چھوڑ کر ان کی طرف چلا گیا۔ میں کچھ دیر تک وہیں کھڑی رہی پھر مجھے وجے کے الفاظ یاد آئے۔ اس کا خیال تھا کہ نیچے والی گھاٹی میں تلاش کرنے والوں سے ممکن ہے کوئی جگہ چھوٹ گئی ہو۔ لیکن اتنے افراد اس جگہ کا ہر حصہ تلاش کر چکے تھے کہ بظاہر اس کا امکان نہ تھا۔ پھر بھی میرے قدم جانے کیوں اس گھاٹی کی سمت اٹھنے لگے۔ میں نے کوہ پیمائی کبھی نہ کی تھی، مجھے حیرت ہے کہ میں اس خطرناک مقام پر کیسے پہنچ گئی۔ کوئی انجانا .... جذبہ مجھے اس مقام تک لے آیا تھا۔ میں ایلا ناگ کے داہنی جانب اس مقام پر پہنچ کر رکی جہاں اوپر سے گرنے والے پتھروں کے تودے ہر سمت بکھرے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان گہرے کھڈ تھے جو جنگلی گھاس اور جھاڑیوں سے چھپے ہوئے تھے۔ میں ہانپنے لگی تھی، محنت اور دھوپ کی تمازت سے سارا جسم پسینے میں تر ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود میں اوپر چڑھنے لگی۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میں اتنی بلندی پر پہنچ گئی ہوں لیکن جب نڈھال ہو کر بڑی سی چٹان کے سہارے بیٹھ گئی تب میں نے نیچے کی سمت دیکھا اور خود کو اتنی خطرناک بلندی پر پا کر لرز اٹھی۔

اچانک میری نظر جھاڑیوں کے درمیان پڑی دھوپ میں کوئی چیز چمک رہی تھی۔ میں تیزی سے جھاڑی کی سمت بڑھی اور جھک کر دیکھا تو یہ سونے کا ایک گول جڑاؤ پھول تھا جسے بروچ کہتے ہیں اور جو عورتیں عموماً پن کے طور پر لگاتی ہیں۔ یقیناً یہ رابرٹا کا ہوگا .. میں نے سوچا اور اسے جلدی سے اٹھا کر صاف کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رابرٹا یہاں آئی ضرور تھی۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا، آس پاس کوئی نہ تھا۔ تلاش کرنے والی پارٹیاں دوسری سمتوں میں جا چکی تھیں۔ اوپر سے گرنے والے پرنالے کے پانی کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے اوپر کی سمت اس چوڑی چٹان کو دیکھا جس پر دو دن قبل ہم سب کھڑے تھے اور سوچنے لگی کہ اگر میں کوہ پیما ہوتی تو شاید دوسروں کی طرح ان ہی امکانات پر غور کرتی جو اُن کے تجربات کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔ لیکن میری لاعلمی اس وقت رہنمائی کا ذریعہ بن گئی۔ مجھے یقین آگیا کہ رابرٹا پہاڑ کے اسی سمت کہیں ہوگی۔ میں نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ میں جھاڑیوں اور لانبی گھاس کو ہٹاتی ہوئی اوپر چڑھ رہی تھی اور آہستہ آہستہ رابرٹا کو آواز دیتی جا رہی تھی۔ باہر نکلی ہوئی ایک نوکیلی چٹان کا کنارہ پکڑ کر میں نے اوپر چڑھنا چاہا، اچانک میرا پاؤں پھسلا۔ میں نے گھبرا کر چٹان کے نیچے جھاڑیوں کو پکڑ لیا، گرنے سے تو میں بچ گئی لیکن میرے ہاتھوں میں خراش آگئی۔ میں پتھر کا سہارا لے کر وہیں بیٹھ گئی اور اسی لمحے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ میں اپنی تکلیف بھول گئی اور اچھل کر فوراً کھڑی ہو گئی۔ "رابرٹا...." میں خوشی سے چلائی۔ اچھلتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے ہر سمت دیکھنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ چٹان کے کنارے کنارے آگے بڑھنے
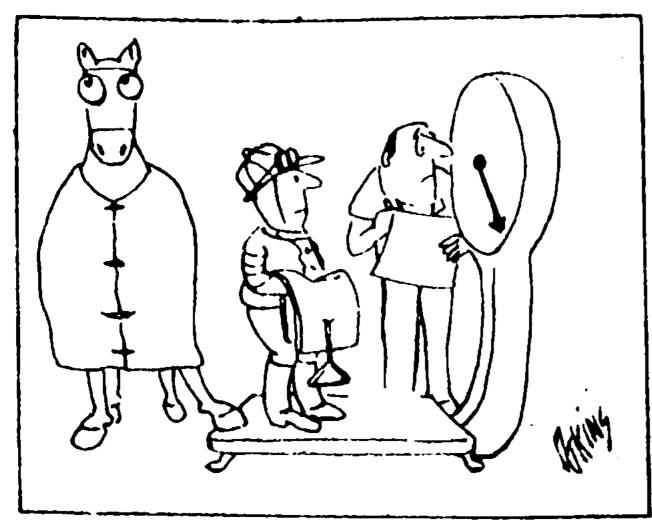
لگی۔ لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ میں نے پھر پکارا۔ "رابرٹا ....." کوئی جواب نہ ملا۔ "رابرٹا....." میں نے مایوسی کے عالم میں آواز دی۔

ذرا دیر بعد ہلکی سی کراہ پھر سنائی دی لیکن اس مرتبہ آواز کچھ دور سے آئی تھی۔ ڈھلوان بڑی خطرناک تھی لیکن میں پروا کئے بغیر خاردار جھاڑیوں کو پکڑ کر ان کے سہارے پھر اسی سمت واپس ہوئی جہاں پیر پھسلا تھا۔ چٹان کا باہر نکلا ہوا حصہ چھجے کی طرح سر پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور پھر اچانک میں سمجھ گئی کہ رابرٹا کہاں ہے۔ میں نے جھاڑیوں کو پکڑا تو ان کے پیچھے مجھے ایک دہانہ سا نظر آیا۔ چٹان کے نیچے یہ ایک تنگ سی کھوہ تھی جس کا دہانہ جھاڑیوں اور گھاس سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے بے تابی کے عالم میں جھاڑیاں اور گھاس اکھیڑنا شروع کر دی۔ گھنی گھاس ہٹاتے ہی سورج کی روشنی اندر گئی تو مجھے وہ نظر آگئی۔ وہ کھوہ کے بالکل اندر اس کی دیوار سے پشت لگائے لیٹی ہوئی تھی۔ ایک ٹانگ اس طرح مڑی ہوئی تھی جیسے ہڈی ٹوٹ گئی ہو، دونوں ہاتھ لہولہان تھے اور ان پر خون جم گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں، چہرہ خوف اور تکلیف سے سفید ہو رہا تھا لیکن وہ زندہ تھی۔

"رابرٹا... اوہ رابرٹا... ڈارلنگ...." میں دیوانہ وار کھوہ میں داخل ہو کر اس سے لپٹ گئی۔ رابرٹا زندہ تھی۔ میں نے اسے تلاش کر لیا تھا۔ کھوہ میں اچانک اندھیرا چھا گیا، کوئی دہانے پر آ کر اندر جھانک رہا تھا۔

"اوہ میرے خدا! تم نے اسے ڈھونڈ نکالا؟" شوکت کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے۔ "اوہ شوکت ...... شکر ہے تم آگئے۔ رابرٹا زندہ ہے اور....."

"زندہ ہے؟" شوکت نے حیرت زدہ لہجے میں کہا اور جلدی سے اندر آگیا۔ "واقعی زندہ ہے؟"

"ہاں، ہاں — زندہ ہے۔ اس کے کراہنے کی آواز سن کر ہی تو میں نے پتا لگایا۔"

شوکت نے جھک کر اس کی نبض ٹٹولی۔ "تم سچ کہتی ہو۔ یہ ابھی زندہ ہے لیکن اگر اسے فوری طبی امداد نہ ملی تو تھوڑی دیر کی

مہمان ہے۔"

"میں اس کے پاس رہوں گی شوکت، تم جاکر جلدی سے امداد لے کر آؤ۔ دیر نہ کرو۔"

لیکن اس نے جیسے میری بات ہی نہ سنی ہو، وہ بدحواسی کے عالم میں رابرٹا پر جھکا اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"نادرہ، میں اپنا تھیلا چٹان کے اوپر چھوڑ آیا ہوں۔ اس میں کافی ہے، جاکر جلدی سے لے آؤ۔" اس نے کہا۔

میں پھرتی کے ساتھ کھوہ سے باہر نکلی، سورج کی تیز روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ میں دہانے پر ہی رک گئی۔ اچانک رابرٹا زور سے کراہی اور نحیف آواز میں بولی۔ "میرین....."

بجلی کی طرح ایک خیال میرے ذہن میں کوندا، میں نے تیزی سے پلٹ کر اندر جھانکا تو شوکت میری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی پھٹی ہوئی نگاہوں میں بھی خوف نمایاں تھا، شاید ہم دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔

"شوکت....." میں نے خوف زدہ لہجے میں سرگوشی کی۔ "رابرٹا..... اسے معلوم ہے۔ وہ جانتی ہے کہ میرین کو کس نے قتل کیا ہے۔"

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔" اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور میں قاتل کا نام معلوم کئے بغیر اسے ہرگز مرنے نہ دوں گا۔ تم جلدی سے کافی لے کر آؤ۔"

"لیکن پہلے اسے گرم کپڑے میں لپیٹ دو۔ لو، تم میرا یہ گرم کوٹ اس پر ڈال دو۔" میں نے جلدی سے اپنا کوٹ اتارا اور اندر جاکر شوکت کو دے دیا۔ اس نے بھی اپنا کوٹ اتار کر رابرٹا پر ڈال دیا۔

"تم وقت ضائع نہ کرو، جلدی سے کافی لے آؤ۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" شوکت نے مجھے باہر دھکیلتے ہوئے کہا۔

لیکن اسی لمحے رابرٹا پھر کراہی۔ وہ زیر لب کچھ بڑبڑائی اور پھر اس نے اچانک آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے وہ حیرت سے مجھے گھورتی رہی پھر پہچان کر آہستہ سے مسکرائی اور اسی لمحے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے پھرتی کے ساتھ گھوم کر دیکھا، کرشن موہن اندر جھانک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے گھوم کر رکمنی کو آواز دی، دوسرے ہی لمحے رکمنی میرے پاس تھی۔ کرشن چیخ چیخ کر سب کو پکار رہا تھا۔ میں نڈھال ہو کر رابرٹا کے برابر لیٹ گئی۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال بار بار ابھر رہا تھا۔ کسی بھی لمحے رابرٹا کے لب ہلیں گے اور قاتل بے نقاب ہو جائے گا۔

○☆○

انسپکٹر براٹا کو خبر مل چکی تھی، وہ ہوٹل سے باہر ہمارا منتظر تھا۔ رابرٹا اور میرین ایک ہی کمرے میں مقیم تھیں جس میں اس وقت میرین کی لاش رکھی ہوئی تھی لہٰذا رابرٹا کے لئے علیحدہ کمرے کی ضرورت تھی۔ میں نے تجویز کیا کہ رابرٹا کو میرے کمرے کا فاضل بیڈ دے دیا جائے تو انسپکٹر نے فوراً تائید کی۔ اس نے مسز یاسو اور سارجنٹ جعفر کو تاکید کردی کہ فی الحال وہ دونوں کمرے میں رہیں اور ڈاکٹر کے جانے کے بعد کسی اور کو کمرے میں نہ آنے دیں۔ اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لے کر منیجر کے کمرے میں آگیا۔

"مس نادرہ! ڈاکٹر نے نرس کے لئے فون تو کردیا ہے لیکن وہ کل سے پہلے یہاں نہ پہنچ سکے گی۔" انسپکٹر نے کہا "کیا آپ آج رات اس لڑکی کی دیکھ بھال کرلیں گی؟"

"جی ہاں انسپکٹر۔ میں خوشی سے یہ ذمے داری قبول کرتی ہوں۔" میں نے کہا "لیکن اگر رکمنی اور مسز یاسو بھی....."

"نہیں نادرہ! میں کسی اور کو کمرے میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" انہوں نے کہا "البتہ سارجنٹ جعفر آپ کے ساتھ ہر وقت موجود رہے گا اور آپ کسی کو، خواہ وہ کوئی بھی ہو اندر نہیں آنے دیں گی۔"

"اگر آپ کا اشارہ مختار کی طرف ہے تو اطمینان رکھئے، وہ نہیں آئے گا۔"

"نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا لیکن آپ واحد شخصیت ہیں جس پہ میں بھروسہ کر سکتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "آپ مجھے شروع سے بتلایئے کہ رابرٹا کو آپ نے کیسے تلاش کیا؟"

میں نے شروع سے لے کر رابرٹا کے ملنے تک کی تمام تفصیلات انسپکٹر کو بتلادیں۔ اس نے ایک بار پھر مجھے دہرانے کے لئے کہا اور ایک ایک بات کرید کرید کر پوچھی، اس کے بعد مجھے بڑے پیار سے تھپکی دے کر شاباشی دی۔ جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو آتشدان میں آگ جل رہی تھی اور اس کی جالی پر رکھی ہوئی بڑی سی کیتلی میں پانی ابل رہا تھا۔ مسز یاسو نے مجھ سے اجازت لی اور چلی گئیں۔

"ڈاکٹر صاحب بس آتے ہی ہوں گے۔" دراز قد جعفر نے مجھے بتلایا۔ "انسپکٹر نے مجھے تمام رات آپ کے پاس رہنے کا حکم دیا ہے۔ مسز یاسو نے مس رابرٹا کے لئے گرم گرم پانی کی بوتلیں رکھ دی ہیں، اب اگر آپ اجازت دیں تو میں ذرا دیر کے لئے نیچے جاکر چائے پی لوں۔"

کچھ دیر بعد ہی سارجنٹ واپس آگیا اور اسی وقت مسز یاسو بھی آگئیں۔ ہم سب بیٹھے۔ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک رابرٹا نے کراہنا شروع کردیا۔ میں جلدی سے اس کے سرہانے پہنچ گئی۔ رابرٹا نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہوش میں آگئی تھی..... مسز یاسو فوراً چائے لے آئیں اور چمچے سے چند گھونٹ اسے پلائی۔ رابرٹا ایک بار پھر سو گئی۔ اس پر نیم غشی کی کیفیت طاری تھی۔ ہم پھر آکر بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد مسز یاسو پھر چلی گئیں۔

"ہمیں تمام رات جاگ کر نگرانی کرنا ہے۔" سارجنٹ

جعفر نے کہا۔

"تم اطمینان رکھو۔" میں نے کہا "لیکن کیا انسپکٹر کو واقعی یہ خطرہ ہے کہ قاتل یہاں بھی اسے ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا؟"

"مس رابرٹا ہوش میں آکر ہمیں قاتل کا نام بتلا سکتی ہیں۔" سارجنٹ نے کہا۔ "اس لئے ظاہر ہے کہ قاتل یہ نہیں چاہے گا کہ وہ زبان کھول سکیں۔"

یہ خیال ہی بڑا بھیانک تھا۔ انسپکٹر براٹا اپنے ساتھ ڈاکٹر کو لے کر کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر نے اچھی طرح رابرٹا کا معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ "ٹانگ کے فریکچر کے علاوہ اور کوئی چوٹ نہیں ہے۔ میں ان کی ٹانگ پر ابھی پلاسٹر کرتا ہوں لیکن اس کام کے لئے مجھے دو آدمیوں کی مدد درکار ہوگی۔" انہوں نے میری طرف دیکھا۔

"نہیں ڈاکٹر، مس نادرہ بے حد تھکی ہوئی ہیں۔" انسپکٹر نے جلدی سے کہا۔ "مسز یاسو کو تھوڑا بہت نرسنگ کا تجربہ ہے۔ ان سے کہتا ہوں کسی ملازمہ کو لے کر آجائیں۔ میں خود بھی موجود ہوں۔" وہ میری طرف گھومے "نادرہ! میں نے باورچی سے کہہ دیا ہے، آپ نیچے جاکر کچن میں ہی کھانا کھا لیجئے تاکہ دیر نہ ہو۔ آپ کی جب ضرورت ہوگی ہم بلوالیں گے۔"

شوکت ہال میں شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ لپک کر آیا۔ "کیا حال ہے اس کا؟ ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟" اس نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"ڈاکٹر کا خیال ہے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا "ٹانگ کے فریکچر کے علاوہ اسے اور کوئی چوٹ نہیں آئی لیکن اگر اسے کچھ ہوگیا تو اس کا سبب وہ ذہنی صدمہ ہوگا جو ایک دن اور دو راتوں میں پہنچا ہے۔"

"اوہ۔ شکر ہے خدا کا۔" اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ وہ جلد ٹھیک ہوجائے گی۔ تم بھی بہت نڈھال ہو رہی ہو، میرا خیال ہے اب جاکر سو جاؤ۔"

"نہیں شوکت۔ میں کھانا کھا کر اوپر جاؤں گی۔ انسپکٹر نے مجھے آج رات رابرٹا کی نگرانی کا ذمے دار بنایا ہے۔"

"یہ کیا حماقت ہے!" اس نے غصے میں کہا۔ "تم پہلے ہی تھکن سے چور ہو رہی ہو۔ کوئی اور کیوں نہیں دیکھ بھال کرسکتا؟ آخر مسز رکمنی بھی تو ہے۔"

"بات یہ ہے کہ انسپکٹر براٹا کے خیال میں صرف میں شبے سے بالاتر ہوں۔" میں نے اسے بتلادیا۔

"لیکن ..... لیکن عورتوں پر تو اسے شبہ نہیں ہوگا۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں اسے ہر ایک پر شبہ ہے۔"

اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن پھر ارادہ تبدیل کردیا۔ وہ اچانک بہت فکرمند نظر آنے لگا تھا۔ معاً اس نے کہا۔ "کیا..... کیا انسپکٹر کے خیال میں رابرٹا کی زندگی کو اب بھی خطرہ ہے؟"

"ہاں۔ اسی لئے اس نے رابرٹا کی حفاظت کے لئے تمام انتظامات کرلئے ہیں۔ تم فکر نہ کرو، مجھے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ سچ پوچھو تو۔" اس نے سنجیدہ نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "صرف تمہاری ذات ہے جس..... "

"جس پر قتل کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے جملہ مکمل کردیا اور مسکرائی۔

"نہیں۔ جس کو قاتل سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا اور مجھے ایسی دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا کہ میں نے نظریں جھکالیں۔ اس نے ایک جملے میں سب کچھ کہہ دیا تھا۔ میں اس سے معذرت کرکے آگے بڑھی تو سب نے مجھے گھیر لیا۔ ہر ایک رابرٹا کے بارے میں جاننے کے لئے بے تاب تھا۔ "کیا اس نے کچھ بتلایا؟ اسے ہوش تو آگیا ہوگا؟" رکمنی نے جلدی سے پوچھا۔

میں نے ان کو مختصراً رابرٹا کے بارے میں بتلایا۔ "ڈاکٹر اس کی ٹانگ پر پلاستر کررہا ہے لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی۔ ویسے کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے....." مسز کانتا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "پولیس نے اس کی حفاظت کا بندوبست کرلیا ہوگا؟ مجھے یقین ہے کہ قاتل جو بھی ہے ہمارے درمیان اس وقت بھی موجود ہے۔"

ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا لیکن وجے نے فوراً کہا۔ "آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے مسز پرکاش۔ یہاں بہت سے لوگ موجود نہیں ہیں۔ مختار، میجر یاسو، راگھو اور شوکت وغیرہ....."

"یہ میرا نام کس سلسلے میں لیا جا رہا ہے؟" شوکت نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مسز پرکاش کے خیال میں قاتل ہمارے درمیان موجود ہے۔" ...وجے نے بتلایا۔

"اس بحث سے کچھ حاصل ہوگا؟ پولیس یہاں موجود ہے' کیوں نہ یہ ذمے داری ہم انہی کے شانوں پر رہنے دیں۔" اس نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

"اگر پولیس صرف اتنا ہی کرلے کہ رابرٹا کو قاتل کی زد سے محفوظ رکھے تو ہوش میں آتے ہی وہ قاتل کو خود بے نقاب کردے گی۔" مسز پرکاش نے کہا۔

"بھئی آپ سب اس کی فکر نہ کریں۔" میں نے بات کو ختم کرنے کے لئے کہا۔ "سارجنٹ جعفر اس کی نگرانی پر مامور ہے اور پھر میں بھی موجود رہوں گی۔ رابرٹا میرے ہی کمرے میں ہے۔"

"اوہ ڈیئر... تم کو ڈر نہیں لگے گا؟" رکمنی نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ مسٹر مختار کہاں غائب ہیں؟"

"میرا خیال ہے وہ گیراج کی طرف گئے ہیں۔" رامپال نے بتلایا۔ "ان کی کوئی کتاب گم ہوگئی ہے' وہ اپنی کار میں اسے تلاش کرنے گئے ہیں۔"

"تم تو پولیس والوں کی طرح ہماری نقل و حرکت معلوم کر رہی ہو!" رکمنی نے ہنستے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

غصے سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا۔ "میں پولیس کے لئے جاسوسی نہیں کر رہی ہوں مسز رکمنی۔" میں نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ "بات اتنی ہے کہ صرف ایک میری ذات ہے جس پر پولیس کو شبہ نہیں ہے کیونکہ میں ساوتری کے قتل کے وقت یہاں موجود نہیں تھی اور قاتل جو بھی ہے یہ تینوں قتل ایک ہی قاتل نے کئے ہیں۔"

شوکت نے غصے سے رکمنی کو گھورتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن کرنل پرکاش نے سبقت کی "ہم احمقانہ بحث کر رہے ہیں۔ قاتل جو بھی ہے' درندہ ہے۔ اس کا وجود ہر مہذب انسان کے لئے خطرہ اور قابلِ نفرت ہے۔"

"لیکن کرنل! آپ لوگ جنگ کے دوران جس بے دردی سے انسانوں کو ہلاک کرتے ہیں کیا وہ انسانی قتل نہیں ہے؟"

"نہیں۔ کیوں کہ ہم اپنے ملک کے دفاع اور اپنے ہم وطنوں کی حفاظت کے لئے دشمن سے لڑتے ہیں۔"

"بھئی یہ کیا بحث چھیڑ دی آپ لوگوں نے!" رامپال نے مداخلت کی۔ "رابرٹا کے ہوش میں آتے ہی سب کو معلوم ہوجائے گا کہ قاتل کون ہے۔"

ماحول میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی اس لئے میں ان کو بحث کرتے چھوڑ کر کچن کی سمت چل دی لیکن لاؤنج سے نکلتے ہی مختار سے ٹکرائی جو ادھر ہی آرہا تھا۔

"اوہ' ہیلو مس نادرہ..... سجاد۔" اس نے ہنستے ہوئے میرا ہاتھ پکڑلیا۔ "سنا ہے تم سراغ رساں بھی ہوگئی ہو اور انسپکٹر کے ساتھ کام کر رہی ہو؟"

اب مجھے واقعی غصہ آگیا۔ "چھوڑو میرا ہاتھ....." میں نے اسے جھٹکا دیتے ہوئے کہا "تم کو کوئی حق نہیں پہنچتا مجھ سے اس طرح بات کرنے کا۔"

"حق تو مجھے بہت کچھ پہنچتا ہے خیر چھوڑو' یہ بتاؤ ادھر کہاں جا رہی ہو؟"

"تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟" میں نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم خوب جانتی ہو کہ میں کون ہوتا ہوں۔ اور جہاں ایک نہیں تین قتل ہوچکے ہوں اور قاتل دندناتا پھر رہا ہو وہاں میں تم کو اس طرح تنہا پھرتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"میں کچن میں کھانا کھانے جا رہی ہوں۔ اس پر بھی کوئی اعتراض ہے؟"

لیکن وہ میرے سامنے سے نہیں ہٹا۔ "تنہا؟ وہ تمہارا چہیتا کہاں ہے؟"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟"

"اب تک تو ٹھیک ہی ہے۔ میں تمہارے باڈی گارڈ شوکت کی بات کر رہا ہوں' اس نے تمہیں تنہا کیسے چھوڑ دیا؟"

"تمہارا ذہن ہمیشہ کا گندہ ہے مختار" میں نے بمشکل خود پر قابو پاکر کہا۔ "اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں نادرہ' اس ذہن نے تمہارے بارے میں ہمیشہ محبت اور دوستی کے تصور کو جنم دیا ہے لیکن ایسا لگتا ہے' تمہارے ذہن پر اس نئے دوست نے قبضہ جمالیا ہے۔ پھر بھی مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔ تم کو اس طرح تنہا گھومتے ڈر نہیں لگتا؟"

"چند منٹ پہلے تک نہیں لگتا تھا۔" میں نے زہر بھرے لہجے میں جواب دیا۔

مجھے خود پتا نہیں کہ یہ الفاظ میری زبان سے کیوں نکل گئے۔ اور مجھے فوراً ہی اس پر تاسف بھی ہوا لیکن تیر نکل چکا تھا۔ مختار نے اچانک میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور ملامت بھری نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔

"اوہ...." اس نے آہستہ سے کہا۔ "تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔" میں خاموش اور دم بخود کھڑی تھی۔ "تم کو یہ ڈر ہے

کہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔ اس خوبصورت گردن پر خنجر پھیر دوں گا۔ کیا تم واقعی ایسا سمجھتی ہو نادرہ؟"

"کیا یہ ممکن نہیں مختار؟" میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیا تم واقعی ایسا کرنے میں پس و پیش کروگے؟"

وہ چند لمحے مجھے خاموشی کے ساتھ گھورتا رہا پھر کرخت لہجے میں بولا۔ "تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟"

"ابھی ثبوت تو کوئی نہیں۔"

"اگر ہوتا تو.... تم مجھے بتلادیتیں نادرہ؟"

"مجھے نہیں معلوم مختار.... لیکن تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟" میں نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"تم.... تم اب بھی میری بیوی ہو نادرہ۔ کبھی تمہیں مجھ سے محبت بھی تھی۔ میں نے مانا کہ بہت سی غلطیاں کی ہیں' میں ان پر نادم بھی رہا ہوں لیکن تم.... تم مجھ پر قاتل ہونے کا شبہ کرتی ہو؟ آخر وفاداری بھی کوئی شے ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو مختار۔ اگر تم واقعی قاتل ہوتے تو بھی ... تو بھی شاید میں ..." میں اپنی سسکیاں نہیں روک سکی اور بھاگتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

○☆○

کھانے سے فارغ ہوکر میں اوپر جارہی تھی کہ سیڑھیوں پر مسز یاسو آتی ہوئی مل گئیں۔ انہوں نے بتلایا کہ ڈاکٹر جاچکا ہے اور انسپکٹر میرا انتظار کررہا ہے۔ میں کمرے میں داخل ہوئی تو رابرٹا بدستور سورہی تھی' اس کا چہرہ سفید ہورہا تھا۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا؟" میں نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ ڈاکٹر نے ہڈی بٹھا کر پلاستر کردیا ہے' اس کے کہنے کے مطابق خطرے کی کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر براٹا نے اطمینان دلایا۔ "کھانا کھالیا؟"

"جی ہاں۔ اب میں بالکل تازہ دم ہوں' آپ فکر نہ کیجئے۔" .. میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر نے جو ہدایات دی ہیں وہ میں نے کاغذ پر لکھ کر میز پر رکھ دی ہیں۔ اسے رات بھر گرم پانی کی بوتلوں سے گرم رکھنا ہے۔ ..اگر کچھ ہوش آئے تو دلیہ اور کافی دی جائے۔ ڈاکٹر کو ایک اور مریض دیکھنا تھا اس لئے وہ چلا گیا لیکن اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو آپ مجھے فوراً اطلاع دے دیں' میں اسے بلوالوں گا۔"

"ایسی صورت میں کیا میں سارجنٹ کو نیچے بھیج دوں؟"

"نہیں' میں رات کو جاگتا رہوں گا اور ہیم لٹا والے کمرے میں مقیم ہوں۔ کوئی بھی ضرورت ہو تو مجھے رِنگ کرلیں۔ ابھی جعفر آپ کے پاس ہے' رات کو کسی وقت سارجنٹ منوج اس کی جگہ آجائے گا۔ میں خود بھی ایک آدھ چکر لگالوں گا۔ آپ کو نیند آئے تو کچھ دیر سولیجئے گا۔ سارجنٹ تمام رات جاگتا رہے گا اور نادرہ' آپ پریشان ہرگز نہ ہوں' رابرٹا بالکل ٹھیک ہے۔"

انسپکٹر دروازے تک پہنچ چکا تھا کہ میں نے آواز دی۔

"انسپکٹر!" اس نے مڑ کر مجھے دیکھا "مم... میں... آپ کو چند ضروری باتیں بتلانا چاہتی تھی۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"بہت ضروری ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میرے خیال میں اہم ہیں۔"

"کوئی ایسی اطلاع جو قاتل کی فوری گرفتاری ممکن بنا سکتی ہے؟"

"اوہ نہیں... لیکن...."

"تم نے اسے پہچان لیا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"اوہ نہیں انسپکٹر... یہ بات نہیں ہے" میں نے فوراً کہا۔

"تو پھر صبح بات کرلیں گے۔" اس نے مایوس ہوکر کہا اور دروازہ بند کرکے چلا گیا۔

رابرٹا سورہی تھی۔ میں اس کے بستر کے پاس کرسی پر بیٹھی کتاب پڑھتی رہی۔ انسپکٹر کی ہدایت پر رات بھر بجلی کی سپلائی کا انتظام کردیا گیا تھا۔ دو مرتبہ رابرٹا کراہی تو میں نے اسے کافی کے چند گھونٹ پلائے' گرم پانی کی بوتلیں تبدیل کیں۔ کچھ دیر بعد نیند سے میری آنکھیں بند ہونے لگیں تو سارجنٹ جعفر کو بتلا کر میں سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئی۔ فوراً ہی آنکھ لگ گئی لیکن زیادہ دیر نہ سوسکی۔ انسپکٹر براٹا کی آواز سن کر آنکھ کھل گئی۔ سارجنٹ جعفر کی جگہ منوج ڈیوٹی پر آگیا تھا۔ انسپکٹر نے مجھ سے کہا کہ کچھ دیر اور آرام کرلوں اور جلد ہی میں گہری نیند سوگئی۔ بڑے بھیانک خواب نظر آتے رہے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ دہشت کے عالم میں گام پولا پر بھاگ رہی ہوں' کوئی میرا تعاقب کررہا ہے۔ میرے پاؤں اتنے وزنی ہوگئے ہیں کہ بھاگنا مشکل ہورہا ہے' پھر اچانک میں پھسل کر گر پڑتی ہوں۔ ایک ہاتھ تیز دھار خنجر لئے میری گردن کی سمت بڑھ رہا ہے اور ایک جانی پہچانی آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔ تم اب بھی میری بیوی ہو لیکن تم اس قابل نہیں کہ زندہ رہو۔ تم نے قاتل کو پہچان لیا ہے نا! وہ ہاتھ وار کرنے کے لئے بڑھا۔ میں چلّائی۔ نہیں۔ اور آنکھ کھل گئی۔ کمرا سرد ہورہا تھا۔ میں نے آتشدان کی سمت دیکھا' آگ تقریباً بجھ چکی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"مجھے افسوس ہے مس۔" سارجنٹ نے معذرت کی۔ "لکڑیاں ختم ہوگئی تھیں اور میں انسپکٹر کی ہدایت کی بنا پر آپ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔"

"لیکن کمرا گرم رکھنا ضروری ہے اور مجھے گرم پانی بھی چاہئے۔" ....میں نے کہا "تم ایسا کرو نیچے جاکر کچن سے لکڑیاں اور گرم پانی کی کیتلی لے آؤ۔"

"لیکن انسپکٹر نے کہا تھا کہ...."

"میں جانتی ہوں لیکن تم کو مشکل سے دس پندرہ منٹ لگیں گے۔ اتنی دیر میں کون سی قیامت آجائے گی؟"

"ٹھیک ہے مس۔" سارجنٹ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میری واپسی تک آپ کسی قیمت پر دروازہ نہیں کھولیں گی اور میں واپسی میں اس طرح ٹھک ٹھک ٹھک، تین مرتبہ دستک دوں گا۔" ...اس نے بتاتے ہوئے کہا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ میرا دل کسی ان جانے خوف سے اچھل رہا تھا۔ واپس آکر میں نے رابرٹا کو دیکھا، اس کے چہرے کی سفیدی کم ہوگئی تھی اور سانس اب بالکل ٹھیک چل رہی تھی۔ میں نے قریب رکھا ہوا ایک رسالہ اٹھایا اور آتشدان کے پاس آکر انگاروں کو کریدا اور پھر رسالے کے ورق پھاڑ کر جلانا شروع کردیے تاکہ سارجنٹ کی واپسی تک بجھے ہوئے انگارے آنچ پکڑلیں۔ اسی وقت اچانک مجھے وہ آواز سنائی دی، کوئی بہت آہستہ سے دروازے پر دستک دے رہا تھا، شاید سارجنٹ منوج واپس آگیا تھا۔ میں اٹھ کر تیزی سے دروازے کے پاس پہنچی۔ دستک پھر ہوئی۔ ٹھک، ٹھک، ٹھک..... اور مجھے دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ دستک سارجنٹ کی نہیں تھی، دروازے کے باہر کوئی اور تھا۔ میں کوشش کے باوجود جسم کی کپکپاہٹ نہ روک سکی۔ دل بلیوں اچھل رہا تھا اور پھر دروازے کا ہینڈل بہت آہستہ سے گھوما۔ میں نے چیخ روکنے کے لیے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔ کوئی آہستہ سے زور لگا کر دروازہ کھولنے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور ہمت کرکے آگے بڑھی۔

"کون..... کیا تم ہو سارجنٹ؟" میں نے پوچھا حالاں کہ میں جانتی تھی وہ کوئی اور ہے۔

"نہیں۔" کسی نے آواز کو بھاری بنا کر کہا "میں انسپکٹر براٹا ہوں، دروازہ کھولو مس نادرہ۔"

ایک لمحے کو میں واقعی دھوکا کھاگئی اور دروازے کی سمت ہاتھ بڑھایا لیکن پھر فوراً ہی چھٹی حس نے خبردار کیا۔ "ایک منٹ انسپکٹر، میں ذرا کپڑے بدل رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

دبے قدموں چلتی ہوئی میں پھرتی کے ساتھ میز تک پہنچی اور احتیاط سے ریسور اٹھایا۔ چند لمحے بعد ہی انسپکٹر کی آواز سنائی دی۔

..."ہیلو، میں براٹا بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟"

"فوراً آیئے۔ وہ دروازے کے باہر موجود ہے۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ خوف سے ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ دروازے کے باہر سناٹا چھاگیا تھا۔

کاریڈور میں تیز تیز قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر سارجنٹ منوج نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔ "انسپکٹر آپ؟ خیر تو ہے؟"

"تم کہاں مرگئے تھے سارجنٹ؟" انسپکٹر غصے میں دہاڑا۔

"میں نے منع کیا تھا کہ....."

"میں لکڑیاں لینے گیا تھا سر۔ آگ بجھ رہی تھی۔"

"ٹھہرو۔ دروازے کو ہاتھ نہ لگانا۔" انسپکٹر نے جلدی سے کہا۔ "مس نادرہ، آپ اندر سے دروازہ کھولیے۔"

میں نے دروازہ کھولا۔ انسپکٹر کی آواز سن کر کرنل پرکاش، کرشن موہن اور رکمنی بھی باہر نکل آئے تھے۔ "کیا بات ہے انسپکٹر؟ کچھ گڑبڑ ہے؟"

"نہیں۔ کوئی گڑبڑ نہیں۔ آپ لوگ اندر جاکر آرام کریں۔"

.... لیکن وہ لوگ پھر بھی کھڑے رہے۔ "آپ لوگ آرام کریں۔ میں نے کہا ناکہ سب ٹھیک ہے۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور کمرے کے اندر آگیا۔ "آپ آرام سے کرسی پر بیٹھ جائیں۔ نہیں، ابھی کچھ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ سارجنٹ، تم پہلے آگ جلاؤ۔" وہ ٹہلتا ہوا رابرٹا کے بستر تک پہنچا اور اسے دیکھ کر اطمینان کیا۔ "کیا اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں۔ اس نے دو تین مرتبہ ہینڈل گھمایا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے بڑی عقل مندی سے کام لیا لیکن وہ بہت چالاک ہے۔" انسپکٹر نے کہا "میری آمد سے پہلے ہی بھاگ نکلا لیکن منوج کی حماقت سے ایک بات ثابت ہوگئی۔"

"منوج کا کوئی قصور نہیں۔ اسے میں نے ضد کرکے لکڑیاں لانے کے لیے بھیجا تھا۔" میں نے فوراً کہا۔

"قاتل کو یقین ہے کہ رابرٹا اسے پہچان لے گی۔ اس کا مطلب ہے، یہ وہی تیسرا شخص ہے جسے ڈول نے دیکھا تھا اور رابرٹا اسے جانتی ہے۔" انسپکٹر نے سوچتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر! کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ تیسرا شخص کون تھا؟" میں نے پوچھا۔

اس نے میری بات کا جواب دیے بغیر سارجنٹ کو ہدایت کی کہ وہ اس کے کمرے سے سامان لاکر دروازے کے ہینڈل پر فنگر پرنٹ تلاش کرے۔ سارجنٹ نے واپس آکر ہینڈل پر پاوڈر چھڑکا اور پھر خوردبین سے دیکھتے ہوئے گردن ہلائی۔ "نہیں جناب، اس پر تو کسی کا فنگر پرنٹ نہیں ہے۔"

"بے حد چالاک ہے۔ پرنٹ بھی صاف کرگیا۔ اب میں کچھ ثابت نہیں کرسکتا" انسپکٹر نے کہا۔

"انسپکٹر! اس کا مطلب ہے، آپ جانتے ہیں کہ وہ کون تھا؟" ...میں نے چونک کر پوچھا۔

"ایں...؟ نہیں، جانتا تو نہیں" اس نے کہا۔ "لیکن اندازہ ضرور ہے۔ اور اندازے کی بنیاد پر کوئی قدم اٹھانا ممکن نہیں۔ لیکن خیر، جائے گا کہاں بچ کر؟ اب آپ سارجنٹ کو ہرگز باہر نہ بھیجیں۔ میں اپنے کمرے میں رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے انسپکٹر" میں نے یقین دلایا۔ وہ کسی گہری فکر میں

تھا' مزید کچھ کہے بغیر چلا گیا۔
نیند اڑ چکی تھی۔ میں رات کو لاؤنج سے جو کتابیں اٹھا لائی تھی ان میں "شاخِ زریں" بھی تھی۔ میں نے وقت گزارنے کے لئے اس کو اٹھا کر ورق گردانی شروع کی تو ایک صفحہ خود بخود کھل گیا۔ کوئی اس کتاب کو پڑھ رہا تھا کیوں کہ نشانی کے لئے وہاں ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے صرف تجسس کی خاطر وہ صفحہ پڑھنا شروع کر دیا۔

"سیلون کے پہاڑی علاقوں میں ایک جادوئی رسم عام تھی۔ لوگ پہاڑوں کے اوپر پورنماشی کی رات الاؤ جلاتے تھے اور قدیم زمانے میں انسانی قربانی کے واقعات کے بھی شواہد ملتے ہیں۔"
میرا دل اچانک زور زور سے اچھلنے لگا تھا۔ میں نے آگے پڑھنا شروع کیا۔ "ایسی قربانیاں عموماً کھلی فضا میں اور پہاڑ کی بلندیوں پر دی جاتی تھیں۔ لکڑیوں کا ڈھیر ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تھا' اس پر ایک جنگلی بیل کاٹ کر ڈال دیتے تھے جو برچ کے درختوں پر افراط سے ہوتی ہے۔ یہ فوراً آگ پکڑ لیتی ہے۔ پھر کسی انسان کا گلا خنجر سے کاٹ کر لکڑی کی چتا پر اس کی لاش رکھ دی جاتی تھی۔"
میرے ذہن میں کتاب کے حروف کے بجائے ایک بھیانک منظر رقص کر رہا تھا۔ لکڑیوں کے ڈھیر پر ساوتری کی لاش رکھی ہوئی تھی' آگ کے شعلے اس کے گرد بلند ہو رہے تھے۔ کتاب کے مطابق اس قربانی سے بد روحیں بھاگ جاتی تھیں اور لوگوں کا عقیدہ تھا کہ یہ قربانی برکت اور سلامتی لاتی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ بکواس تھی جہالت تھی' توہم پرستی تھی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں کوئی اس پر یقین نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر ساوتری کو کیوں قتل کیا گیا؟ اس کی لاش کو پہاڑی پر جلانے کی کوشش کیوں کی گئی؟ اور کسی نے اس مخصوص صفحے پر نشان کیوں رکھا تھا؟ اس نے قدیم رسم کی تاریخ کا مطالعہ کیوں کیا تھا؟ بلاشبہ کسی جنونی اور ذہنی مریض نے اس سے متاثر ہو کر یہ قتل کیا تھا۔ میرا سارا جسم پسینے سے تر ہو چکا تھا' خوف سے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یہ کتاب قاتل کی تھی' وہی اسے ہوٹل میں لے کر آیا تھا۔ اسی نے انسانی قربانی کی یہ رسم دہرائی تھی ... اور بلاشبہ وہ کوئی خطرناک جنونی تھا۔ بالکل نادانستہ طور پر میں نے وہ مڑا ہوا لفافہ اٹھا لیا جو کتاب میں رکھا ہوا تھا اور اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ اس پر لکھے ہوئے پتے کو دیکھ کر میرا دل ڈوبنے لگا "جناب مختار عظیم۔ ۱۲ گرونواس روڈ... کھار... بمبئی۔ تحریر میرے والد کی تھی' یہ خط حال ہی میں انہوں نے مختار کو لکھا تھا... اور یہ کتاب مختار کی تھی۔
اس کے بعد نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ صبح ہو گئی۔ میں چائے پی رہی تھی کہ نرس آ گئی۔ ذرا سی دیر میں اس نے رابرٹا کا چارج سنبھال لیا۔ وہ سانولے رنگ کی خوش مزاج عورت تھی' اس نے مجھے بتایا کہ رابرٹا کو کسی بھی وقت ہوش

آسکتا ہے اور یہ کہ انسپکٹر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کتاب کو کاغذ میں لپیٹا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ تمام رات میں سوچتی رہی تھی' میرا ذہن فیصلہ کر چکا تھا۔ میں کمرے میں داخل ہوئی تو انسپکٹر براتا نے مسکرا کر خیر مقدم کیا۔ میں نے کتاب اس کے سامنے رکھ دی۔
"انسپکٹر! میں نے جہاں نشان رکھ دیا ہے اس صفحے کو پڑھئے"۔ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ میرا ذہن ملامت کر رہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اس کا انجام کیا ہو گا لیکن میں مجبور تھی۔
"یہ کتاب آپ کو کہاں سے ملی؟" انسپکٹر نے کتاب پر سے نظریں اٹھا کر پوچھا۔
میں نے اسے ساری تفصیل سنا دی ......" رات کو آپ کے جانے کے بعد میں نے اسے پڑھنا شروع کیا تو اس صفحے پر اچانک نظر پڑ گئی اور میں نے نشان لگا دیا۔ میں نے جھوٹ بولا تھا' وہ لفافہ جس پر مختار کا پتا تحریر تھا' میری جیب میں پڑا تھا۔ میں نے رسالے سے کاغذ پھاڑ کر کتاب میں نشان لگایا تھا۔ اب تک مجھ میں ہمت نہ تھی کہ میں لفافے کی حقیقت بھی ظاہر کر دوں۔
"یہ نشان آپ نے لگایا تھا؟"
"جی ہاں"
"اور آپ کو نہیں معلوم کہ یہ کتاب کس کی ہے؟"
"نہیں۔"
انسپکٹر کی تیز نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ مجھ میں اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہ تھی۔ "رات آپ مجھے کوئی اہم بات بتلانا چاہ رہی تھیں۔ کیا اب بھی ارادہ ہے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "پہلی بات تو اس کٹی ہوئی رسّی سے متعلق تھی جس کی بنا پر میرین نیچے گر کر ہلاک ہوئی۔" میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میں اپنا پرس تلاش کرتی ہوئی نیچے آئی تھی اور کس طرح تاریکی میں میری ملاقات وجے کمار اور

راگھو سے ہوئی۔ وجے نے کہا تھا کہ وہ کرشن موہن کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا اور وہ اس سے دو گھنٹے پہلے آیا تھا۔ اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس کے بیان کے مطابق کرشن ساڑھے بارہ بجے واپس آگیا تھا لیکن اس کی بیوی رکمنی نے مجھے صبح یہ بتلایا تھا کہ کرشن رات کو تین بجے اپنے کمرے میں پہنچا۔

انسپکٹر کاغذ پر نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ "آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ ممکن ہے ان تینوں افراد میں سے کسی ایک نے میرین کی رسّی کو رات ہی میں کاٹ کر اتنا کمزور کر دیا ہو کہ وہ پہاڑ پر ٹوٹ گئی؟"

"ہاں۔"

"تو پھر ڈول نے جس تیسرے شخص کے بارے میں بتلایا تھا وہ کون تھا؟"

"ممکن ہے وہ بے گناہ ہو۔ وہ اس لئے سامنے نہ آرہا ہو کہ میرین کی موت سے خوف زدہ ہو گیا ہو۔"

انسپکٹر نے تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھا۔ "آپ کچھ اور بتلانا چاہتی ہیں؟"

لفافہ... لیکن نہیں... میں ایسا نہیں کر سکتی... کم از کم ابھی نہیں... خواہ میرا شک بالکل صحیح کیوں نہ ہو۔ مجھے احساس تھا کہ انسپکٹر میرے چہرے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے گھبرا کر اسے ہیم لتا کے کمرے میں سر کٹی گڑیا کا واقعہ بتانا شروع کر دیا۔ "میں اس کا ذکر کرنا بھول گئی تھی۔" میں نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسز رکمنی پہلے ہی یہ اعتراف کر چکی ہیں کہ یہ بیہودہ مذاق ان کا تھا۔ انہوں نے ہیم لتا کو خوف زدہ کرنے کے لئے یہ حرکت کی تھی تاکہ وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ کیونکہ وہ ان کی ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ مسز رکمنی اپنی کوشش میں کامیاب رہیں۔" میں حیرت سے منہ کھولے اسے گھور رہی تھی۔

...مجھے اچانک یاد آیا کہ ہیم لتا کی کار روانہ ہوتے دیکھ کر رکمنی کتنی خوش ہوئی تھی۔

"آپ اور کچھ بتلانا چاہتی ہیں؟"

"نہیں...." میں نے چونک کر کہا۔ "اور کچھ نہیں۔"

"آپ جھوٹ بول رہی ہیں نادرہ۔" انسپکٹر کا لہجہ اچانک بدل گیا تھا۔ "کچھ اور بھی ہے جو آپ چھپا رہی ہیں۔"

میرا چہرہ غصے اور ندامت سے سرخ ہو گیا۔ "نہیں۔ لیکن میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں؟"

"یہی کہ آپ کو یہ نہیں معلوم کہ قاتل کون ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "لیکن نادرہ، آپ خواہ کسی کو پسند کرتی ہوں، اس کو بہت عزیز رکھتی ہوں لیکن اگر وہ خطرناک قاتل ہے تو آپ کا فرض ہے کہ...."

میرا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ "نہیں۔" آخر وابستگی، رشتہ اور وفاداری بھی کوئی چیز ہے۔ میں نے تقریباً چیخ کر کہا۔ "نہیں۔ میں اور کچھ نہیں جانتی انسپکٹر۔ اور اگر آپ جانتے ہیں تو اسے گرفتار کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں بغیر ثبوت کے کیسے گرفتار کر لوں؟ میں نے اس کے بارے میں کچھ معلومات کی ہیں اور جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ یا پھر رابرٹا ہوش میں آجائے تب ثبوت مل سکتا ہے۔ لیکن آپ میری مدد کریں تو...."

"نہیں۔ میں کچھ مدد نہیں کر سکتی، میں عورت ہوں انسپکٹر اور میری وفاداریاں..."

"ساوتری بھی عورت تھی نادرہ اور میرین بھی۔ وفاداریاں اصول پر قربان کر دی جاتی ہیں اور..."

"نہیں.... نہیں.... مجھے اور کچھ نہیں معلوم۔" میں نے روہانسی ہو کر کہا اور بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔

مجھے کچھ پتا نہیں تھا، کہاں جا رہی ہوں، کچھ احساس نہ تھا کہ کیا کر رہی ہوں۔ میں بدحواسی کے عالم میں بھاگتی ہوئی ہوٹل سے باہر نکلی اور ابھی چند ہی قدم گئی تھی کہ ڈول سامنے نظر آیا۔

"میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا بی بی۔ کیا چلنا نہیں ہے؟"

"چلنا....؟"

"آج بدھ ہے، آپ نے شکار پر چلنے کو کہا تھا نا؟ کشتی تیار ہے۔"

"شکار... اوہ ہاں۔ مجھے یاد آگیا تھا۔" میں یوں بھی انسپکٹر کے پاس سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔ "ہاں ڈول، آؤ چلیں۔"

○☆○

دریائے کیلانی جو گام پولا کے دامن سے نکل کر پوری وادی میں بل کھائے سانپ کی طرح پھیلا ہوا ہے، اس کی ایک شاخ جھیل کو سیراب کرتی ہے، دوسری گھنے جنگلوں سے ہوتی ہوئی کنول گالا کی سمت چلی گئی ہے۔ مشہور انگریزی فلم "دی برج آن ریور کوائی" کی فلم بندی اسی مقام پر کی گئی تھی۔ مجھے ڈول کی کشتی پر بیٹھے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا، سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ڈول مجھے مچھلی پکڑنے کے طریقے سمجھا رہا تھا لیکن میرا ذہن کہیں اور تھا۔ دریا کی پُرسکون فضا نے میرے سلگتے ہوئے ذہن پر مرہم کا کام کیا تھا۔ ڈول کی باتیں بڑی دلچسپ ہوتی تھیں۔ ہم نے دوپہر کو لنچ کشتی پر ہی کیا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ہرا بھرا جنگل تھا، چڑیوں کی چہچہاہٹ اور پھولوں کی خوشبو سے فضا میں ایک روح پرور کیفیت رچی ہوئی تھی۔

...ڈول نے اپنا پرانا پائپ جیب سے نکال کر بھرا اور گہرے گہرے کش لگانے لگا۔ تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی، ماتھا پسینے سے تر ہو گیا تھا۔ میں نے رومال نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو رومال کے ساتھ کوئی چیز نکل کر کشتی میں گری۔ میں نے چونک کر دیکھا نیچے وہ بروچ پڑا چمک رہا تھا جو مجھے رابرٹا کی تلاش کے دوران

پہاڑ پر ملا تھا۔

"اوہ۔ میں بالکل ہی بھول گئی۔" میں نے بروچ اٹھاتے ہوئے کہا۔ یہ انسپکٹر کو دے دینا چاہئے تھا۔"

ڈول نے گھوم کر دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "یہ تم کو کہاں سے ملا نادرہ بی بی؟" اس نے بروچ میرے ہاتھ سے لے لیا۔

"کیوں؟ مجھے یہ ایلاناگ کے اوپر ایک جھاڑی میں ملا تھا۔ میں رابرٹا کو تلاش کر رہی تھی' میرا خیال ہے یہ اسی کا ہے۔"

"نہیں۔ یہ ساوتری کا ہے" ڈول اب تک بروچ کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا۔ "بے چاری۔۔ اسے راس نہ آیا۔ میں نے یہ پچھلے ہی ماہ اسے لا کر دیا تھا" اس کی آواز بھرا گئی۔ ساوتری اس کی جوان بیٹی تھی۔ اس کی کیفیت دیکھ کر میرا بھی دل بھر آیا۔

"صبر کرو بابا۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہ انسپکٹر کو دے دوں گی۔"

باتوں میں ہمیں موسم کی تبدیلی کا پتا ہی نہ چل سکا۔ سورج چھپ گیا اور گہرے گہرے بادل تیزی سے ہر سمت چھا گئے۔ کہ ندی کے پار دیکھنا بھی ممکن نہ رہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں واپس چلنا چاہئے۔" میں نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے بی بی۔ یہ دھند ہمیشہ اتنی اچانک آتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا لیکن فکر نہ کریں۔ بس دو منٹ ٹھہریں' میں کنارے سے سامان اٹھا لاؤں۔"

ڈول کشتی سے اتر کر کنارے کی سمت گیا اور کہرا اچانک اتنا گہرا ہو گیا کہ ایک گز دور دیکھنا بھی ممکن نہ رہا۔ عجیب ڈراؤنی تاریکی تھی۔ میرا دل کسی ان جانے خوف سے اچھلنے لگا تھا۔ اسی لمحے کنارے سے کسی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ پھر دھینگا مستی کی آوازیں آنے لگیں' جیسے دو افراد لڑ رہے ہوں۔ اور پھر اچانک ڈول نے چلا کر خبردار کیا۔ "نادرہ بی بی! بھاگو۔"

میں فطرتاً بزدل نہیں ہوں لیکن ڈول کی آواز سن کر میرے لبوں سے دہشت بھری چیخ نکل گئی اور میں کشتی سے کود کر بے تحاشہ اسی سمت میں بھاگنے لگی جدھر سے ڈول کی آواز آئی تھی۔ کہر کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ایک دم میرا قدم جیسے خلا میں چلا گیا ہو۔ زمین نیچے سے غائب ہو چکی تھی۔ میں نشیب میں جھاڑیوں کے درمیان گری اور پھسلتی چلی گئی لیکن جلد ہی ہموار زمین پر جا کر رک گئی۔ میرے ارد گرد جھاڑیاں تھیں۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہر سمت مکمل سناٹا چھا گیا ہے ڈول کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی' دھینگا مشتی ختم ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ کدھر جاؤں۔ پتا نہیں قاتل کدھر ہو گا! دہشت و خوف سے میرا برا حال تھا۔ کہرا اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ ایک قدم دیکھنا ممکن نہ تھا۔ اور پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ وہ قریب کھڑا ہے۔ اس کے ہانپنے کی آواز صاف آ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے قدم بڑھایا۔ ایک اور قدم آگے بڑھا اور پھر رک کر آہٹ لینے لگا۔ وہ مجھ سے چند قدم آگے داہنی جانب کھڑا تھا۔ میں سانس روکے دم بخود پڑی رہی۔ دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ پھر میں نے عقب میں تیز تیز سانسوں کی آواز سنی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں۔ منہ پھاڑے کہر میں گھور رہی تھی لیکن کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ میں نے جھاڑیوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ سانسوں کی آواز غائب ہو چکی تھی۔ قریب ہی پانی کے تیز بہاؤ کی آواز آ رہی تھی لیکن کدھر سے؟ پیچھے؟ سامنے؟ میں سمتوں کا احساس بھی کھو چکی تھی' دہشت سے میرا برا حال تھا' منہ کا مزہ نمکین ہو رہا تھا۔ ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے گھاس پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور سناٹے میں سننے کی کوشش کرنے لگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ قریب ہی کہیں موجود تھا اور آہستہ آہستہ میری سمت بڑھ رہا تھا۔ اس کے دبے دبے قدموں کی چاپ سناٹے میں صاف محسوس ہو رہی تھی۔ وہ مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر داہنی جانب موجود تھا۔ میں جھاڑیوں کے درمیان نرم گھاس پر اور نیچے پھسل گئی۔ کہرا کہر میری حفاظت کر رہا تھا' مجھے صرف ساکت پڑے رہنے کی ضرورت تھی۔

پھر وہ بالکل میرے برابر میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سانس اب تک تیز تیز چل رہی تھی۔ میں سانس روکے پڑی تھی کہ اچانک دریا کی جانب سے بھاری قدموں کی آواز ابھری اور دوسرے ہی لمحے ڈول نے پکارا۔ "نادرہ بی بی' تم کہاں ہو؟" میرے لبوں سے اطمینان کی گہری سانس نکل گئی لیکن میں خاموش رہی۔ اگر میں جواب دیتی تو قاتل اتنے قریب کھڑا تھا کہ مجھ پر فوراً حملہ کر سکتا تھا۔ ڈول کی آواز سن کر وہ پھرتی کے ساتھ پلٹا تھا۔ اس کے قدموں کی آواز بڑی صاف سنائی دی تھی۔ شاید وہ حیران تھا کہ ڈول بچ کیسے گیا۔ اور اب وہ اپنا خنجر سنبھالے ڈول کا انتظار کرے گا۔ خنجر کے تصور سے ہی میں دہل کر رہ گئی۔ ساوتری اور مندا کا کٹا ہوا گلا میری نظروں میں گھوم گیا۔ ڈول کی زندگی خطرے میں تھی' وہ موت کی سمت بڑھ رہا تھا۔ مجھے ہر قیمت پر اسے خبردار کرنا چاہئے۔ ڈول کسی زخمی شیر کی طرح غصے سے غراتا ہوا بالکل قریب آ گیا تھا۔ مجھ سے اب برداشت نہ ہو سکا۔ گھٹنوں کے بل اٹھ کر میں نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ قاتل پھرتی کے ساتھ مڑا اور جست لگا کر بھاگ نکلا۔ ڈول نے شاید اس کی آواز سن لی تھی کیوں کہ ایک زبردست غراہٹ کے ساتھ وہ بھی قاتل کے تعاقب میں بھاگا۔ وہ میرے اتنے قریب سے گزرا کہ اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا تیز دھار خنجر مجھے صاف نظر آ گیا۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں قاتل کے تعاقب میں دوڑ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز بھی دی لیکن وہ سنے بغیر آگے

نکل گیا۔ اور پھر کہر کی گہری چادر میں غائب ہوگیا۔ میں پھرتی کے ساتھ اٹھی اور مخالف سمت میں بھاگنے لگی۔

مجھے کچھ اندازہ نہ تھا کہ میں خوف و دہشت کے عالم میں کتنی دیر بھاگتی رہی۔ گھنی جھاڑیوں میں گرتی پڑتی میں بھاگتی چلی جارہی تھی لیکن جلد ہی تھکان نے رکنے پر مجبور کردیا۔ جب سانس تھمی اور حواس بجا ہوئے تب مجھے احساس ہوا کہ میں بے وجہ بھاگ رہی تھی، غیظ و غضب میں بھرے ہوئے ڈومل کے خوف سے قاتل تو خود بھاگ نکلا تھا۔ ساوتری کے قاتل کو سامنے دیکھ کر ڈومل پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ ادھیڑ عمری کے باوجود وہ ابھی تندرست وتوانا تھا۔ قاتل ایک مسلح اور مضبوط بھاری آدمی کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن میں اس وقت تھی کہاں؟ بدحواسی میں یہ خیال ہی نہ تھا کہ میں کس سمت بھاگ رہی ہوں اور اب گہرے کہر میں بھٹکتی ہوئی میں جانے کہاں آگئی تھی! میں اندازہ کرنے کے لئے چند قدم اور آگے بڑھی پھر رک کر سوچنے لگی کہ کدھر جاؤں... اور دوسرے ہی لمحے دہشت سے میں کانپ اٹھی۔ میرے قدموں کے نیچے کی زمین ہل رہی تھی۔ نہیں... میرے خدا نہیں.... میرے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔ میں نے ایک قدم اور بڑھایا اور زمین پھر ہلی... میں نے جھک کر دیکھا، گھاس نما کائی ہر سمت پھیلی ہوئی تھی۔ میں ساکت کھڑی ہوگئی۔ راستہ بھٹک کر میں اس دلدلی علاقے میں آگئی تھی جس کا ذکر شوکت نے کیا تھا۔ چند لمحے بعد مجھے عجیب سی آواز سنائی دی اور جلد ہی میں نے اندازہ کرلیا۔ قریب ہی دلدل کے اندر سے بلبلے پھوٹ رہے تھے۔ اگر ایک مرتبہ میں اس میں پھنس گئی تو پھر نہ ابھر سکوں گی۔

خطرے کے احساس نے مجھے پوری طرح چوکنا کردیا۔ میں دلدل کے کنارے کھڑی تھی جہاں کی سطح نسبتاً سخت تھی۔ لیکن مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ دلدل گہری کدھر ہے۔ یہاں بھی میرے قدم آہستہ آہستہ دھنس رہے تھے۔ سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کس سمت جاؤں۔ میں اپنے حواس کو قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ مجھے بخوبی احساس تھا کہ ذراسی غلطی مجھے اذیت ناک موت کے منہ میں پہنچا دے گی اور کسی کو میری لاش کا نام ونشان بھی نہ ملے گا۔ مشکل یہ تھی کہ گہرے کہر میں کچھ بھی نظر نہ آرہا تھا۔ مجھے یہ بھی احساس تھا کہ جس ٹکڑے پر میں کھڑی تھی یہ بھی زیادہ دیر میرا بوجھ نہ سنبھال سکے گا کیونکہ آہستہ آہستہ دھنستا جارہا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کس سمت بڑھوں؟ ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی زیادہ خطرناک سمت جانکلوں۔ میں نے تاریکی میں آنکھیں بند کرکے سوچنا شروع کیا۔ اور پھر یہ اندازہ کرکے کہ دریا کس سمت میں ہے، چند قدم بڑھائے میں بہت آہستہ اور احتیاط سے ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی۔ ایک جگہ میں نے جیسے ہی قدم رکھا ٹخنے تک پیر دلدل میں چلے گئے۔ میں پھرتی سے پیچھے ہٹی۔

... بدبودار کیچڑ گوند کی طرح چپک گیا تھا۔ دہشت سے حلق خشک ہو گیا تھا۔ میں اندازے سے ہلکے قدم رکھ کر سطح کو آزماتی ہوئی سلامتی کی تلاش میں بڑھنے لگی۔ اچانک ایک خوفناک سا ہیولا سامنے نظر آیا۔ خوف سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی لیکن جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ یہ برچ کے درخت کا تنا تھا جو دلدل پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے احتیاط سے اس کو پھلانگ کر اپنی دانست میں خشکی پر قدم رکھا اور ساکت کھڑی ہوگئی لیکن فوراً ہی احساس ہوا کہ زمین ہل رہی تھی اور اسی کے ساتھ ایک دہشت ناک احساس بھی فوراً ہی ہوا۔ زمین میرے چلنے سے نہیں ہل رہی تھی کیوں کہ میں تو ساکت کھڑی تھی۔ کوئی اور بھی اس پر چل رہا تھا اور آہستہ آہستہ میری ہی سمت بڑھ رہا تھا۔ قاتل... وہ میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں خوف سے کانپ اٹھی۔

"نادرہ!" کسی نے اتنی آہستہ سرگوشی میں مجھے پکارا کہ میں بمشکل سن سکی تھی۔

میں خاموش اور ساکت رہی۔ "نادرہ!" کسی نے پھر پکارا اس مرتبہ سرگوشی اور قریب سے سنائی دی تھی... نادرہ... کہر میں سرگوشی گردش کرتی رہی۔ اس کے چلنے سے زمین میں لرزش ہو رہی تھی۔ وہ بھی آہستہ آہستہ ٹٹولتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ صرف کہر میری موت کی راہ میں حائل تھی۔ ایک مرتبہ میں اس کے ہاتھ لگ گئی تو... "نادرہ! نادرہ! تم کہاں ہو؟" اور اب میں نے اس کی آواز پہچان لی تھی۔ کوئی اور اتنے پیار سے مجھ کو نہیں پکار سکتا تھا۔ پیار..... اوہ میرے خدا... بالکل اسی طرح مہندا کی لاش کے قریب دھوئیں کے بادلوں میں اس نے پکارا تھا۔ اسے پہچاننے کے بعد سارا خوف میرے دل سے نکل گیا تھا۔ اب مجھے کوئی شک نہیں رہا تھا کہ یہ آواز مختار کی ہے۔ یہ بات نہیں تھی کہ مجھے اس کی محبت پر اب بھی اعتبار تھا لیکن میں جانتی تھی کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

"نادرہ... نادرہ... ڈرو نہیں، یہ میں ہوں..." سرگوشی پھر سنائی دی۔ لیکن اب میرے ذہن میں ہر سمت سرگوشیاں ہو رہی تھیں... نادرہ... نادرہ.... نادرہ...

میں زمین پر لیٹی ہوئی تھی، میں نے دونوں کان بند کرلئے تھے۔ ... میں محبت بھری یہ آواز اب نہیں سننا چاہتی تھی۔ خدایا... مختار... یہ تم ہو..... تم ہو.... میں سسکیاں لے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد طبیعت قابو میں آئی تو وہ جاچکا تھا۔ اب باہر کی طرح میرے ذہن پر بھی کہر چھایا ہوا تھا۔ مجھے کسی بات کی پروا نہ تھی۔ صدمے نے بالکل ادھ موا کرکے بے حس بنا دیا تھا۔ میں یہ پروا کئے بغیر آگے بڑھ رہی تھی کہ کہاں جارہی ہوں۔ موت میرے لئے اب خوف کا باعث نہیں رہ گئی تھی۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ میں نے محسوس کیا، قدموں کے نیچے اب دلدل نہیں سخت پتھریلی زمین تھی اور میں کسی ڈھلوان راستے پر اتر رہی تھی۔ اور

پھر جس طرح اچانک آیا تھا اسی طرح کہر چشم زدن میں غائب ہو گیا۔ ہر سمت سورج کی تیز روشنی بکھری ہوئی تھی۔

○☆○

میں نے ایک ناقابل بیان سکون محسوس کیا۔ چند لمحے اچانک روشنی میں آنے سے آنکھیں چکا چوند رہیں اور تب میں نے دیکھا، گام پولا کے دامن میں ایک ڈھلوان پر کھڑی ہوں۔ میرے سامنے پہاڑ کی بلند چڑھائی ایک دیوار کی طرح کھڑی ہے۔ پہاڑ کا نشیبی حصہ اب تک کہر میں ڈوبا ہوا تھا جو ایک چادر کی طرح ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔ اور تب اچانک میں نے دیکھا کہ میں تنہا نہیں ہوں، مجھ سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر کوئی کھڑا تھا۔ ...اس کی پشت میری جانب تھی اس لئے اسے میری موجودگی کا علم نہیں تھا۔ وہ ایک چٹان کے کنارے کھڑا سامنے دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس کے سنہرے بالوں سے میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ شوکت تھا۔ "شوکت"... میں نے اسے آواز دی لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ وہ اسی طرح کھڑا رہا۔ میرے پیر اب تک کانپ رہے تھے۔ لڑکھڑاتے ہوئے میں آگے بڑھی اور اسے پھر پکارا۔ "شوکت!"

وہ اچھل کر پلٹا اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "نادرہ...؟" اس نے حیرت زدہ آواز میں کہا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ میرا کیچڑ میں لتھڑا اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا لباس اور بدحواس چہرہ شاید اسے پریشان کر رہا تھا۔ "نادرہ... تم؟" وہ تیزی سے میری سمت لپکا۔ اور پھر اگر وہ مجھے سنبھال نہ لیتا تو میں یقیناً گر پڑتی۔ اس نے جلدی سے مجھے چٹان کے سہارے بٹھا دیا۔ میں نے نڈھال ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کچھ دیر بعد جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ سامنے کھڑا مجھے ہمدردی اور محبت سے دیکھ رہا تھا۔

"تم... تم جان چکی ہو؟" اس نے پوچھا۔ میں نے آہستہ سے سرہلایا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ قاتل تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ میری غلطی تھی، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔"

"اوہ شوکت، اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔ ...مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کیسے اندازہ کر لیا تھا لیکن مجھے مختار کو بچانے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میرا شوہر ہے۔" میں نے اپنی انگلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس پر اب بھی شادی کی انگوٹھی کا نشان موجود تھا۔ "لیکن اب مجھے احساس ہو گیا کہ شوہر بھی اگر قتل کا مجرم ہو تو اسے بھی قانون کے ہاتھوں سے نہیں بچانا چاہئے۔"

شوکت گھوم کر کھڑا ہو گیا تھا اور گام پولا کی چوٹیوں کو دیکھ رہا تھا۔ "تم کو یہ کب معلوم ہوا کہ قاتل مختار ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ اس کہر کے اندر مجھے تلاش کر رہا تھا۔ اس نے مجھے آواز دی اور میں نے پہچان لیا کہ وہ مختار ہے"

ایک لڑکی نے اپنی سہیلی کو بتایا "جب میں شادی کروں گی تو بہت سے نوجوانوں کے دل ٹوٹ جائیں گے"

سہیلی بولی "واقعی! تو کیا تم اتنی بہت ساری شادیاں کرو گی؟"

اس نے ڈکشنری خریدلی اور چند دنوں بعد اپنے ایک دوست کو بتایا "کہانی تو سمجھ میں نہیں آرہی ہے لیکن ایک ایک لفظ کو خوب اچھی طرح کھول کر بیان کیا گیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا! اس نے تم کو آواز دی اور..."

"میں ڈول کے ساتھ شکار کھیلنے آئی تھی کہ اچانک کہر چھا گیا۔" میں نے اسے اپنے ساتھ پیش آنیوالے حالات کی تفصیل سنائی۔ "ڈول سے ڈر کر وہ فرار ہو گیا تھا لیکن پھر مجھے تلاش کرتا ہوا دلدل میں بھی پہنچ گیا"

"اس نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ تم کو علم ہو گیا ہے کہ وہ..... وہ قاتل ہے؟" شوکت نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور اسی لئے وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔" میں نے کہا۔ "وہ اب بھی یہیں کہیں ہے۔"

"کیا...؟" شوکت نے چونک کر پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"چند منٹ پہلے تو وہ اسی جگہ تھا" میں نے اشارے سے بتایا۔ وہ اتنی پھرتی سے بڑھا کہ میں گھبرا گئی۔ "آؤ... جلدی کرو"۔ ...اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔" "نیچے ابھی تک کہر چھایا ہوا ہے"۔ ... میں نے کہا۔

"نیچے؟ ہم نیچے نہیں اوپر جا رہے ہیں۔" اس نے مجھے تقریباً دھکیلتے ہوئے کہا۔ "گام پولا کی مقدس بلندیوں پر اس کی پاک فضاؤں میں۔"

میں جلد ہی ہانپ گئی۔ ایک بار پھر رومال نکالتے ہوئے ساوتری کا بروچ گر پڑا۔ میں نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔

"یہ کیا ہے؟" شوکت نے چونک کر پوچھا۔

"یہ.... اوہ یہ ساوتری کا بروچ ہے، یہ مجھے کل پہاڑ پر ملا تھا۔ ... میرا خیال تھا کہ رابرٹا کا ہے لیکن آج ڈول نے بتلایا کہ...."

اچانک میرے قدم رک گئے، میں منہ پھاڑے اسے گھور رہی تھی۔ بجلی کی طرح ساری حقیقت میرے ذہن میں روشن ہو گئی تھی۔ "جب پہلی رات میں تمہارے ساتھ یہاں آئی تھی تو تم نے مجھے ساوتری کے قتل کی داستان سنائی تھی۔ تم نے مجھے بتلایا تھا کہ قاتل نے اس کے تمام زیورات اتار کر ایک جگہ رکھ دئے تھے جن میں ایک بروچ بھی شامل تھا۔ لیکن جب اس کی

لاش ملی تو وہاں بروچ نہیں تھا اس لئے تم کو بروچ کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکتا تھا تاوقتیکہ تم نے ساوتری کو یہ پہنے ہوئے خود نہ دیکھا ہو اور اس کا مطلب ہے کہ تم..."

"ہاں نادرہ۔ لیکن افسوس کہ تمہاری یادداشت اتنی اچھی ہے۔" اس نے چمکتی ہوئی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

میں خوف سے کانپ اٹھی۔ میں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ اس کی نگاہوں میں جنون کی چمک تھی۔ میں تین بے گناہ انسانوں کے قاتل کے سامنے کھڑی تھی۔ اور تنہا! خدایا... میں بھی کتنی احمق تھی، میں مختار کو قاتل سمجھ بیٹھی تھی۔ "اوہ میرے خدا! قاتل مختار نہیں، تم ہو؟"

"مجھے افسوس ہے نادرہ۔ میں نے تمہاری اور ڈوول کی گفتگو سن لی تھی اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کسی بھی وقت تم پر حقیقت روشن ہو جائے گی۔ پھر بھی شاید میں ایسا نہ کرتا لیکن اب تم کو قتل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔"

"اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا شوکت۔ انسپکٹر اس حقیقت سے واقف ہے"

"تم جھوٹ کہتی ہو"

"نہیں۔ اس نے تمہارے بارے میں کولمبو پولیس سے معلومات طلب کی ہیں تاکہ شبے کی تصدیق ہو جائے۔ اور پھر رابرٹا... وہ ممکن ہے ہوش میں آچکی ہو۔"

میں اس کے پاس سے گزر کر نیچے نہیں جا سکتی تھی۔ اس لئے میں نے چڑھائی پر بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑا مسکراتا رہا، جیسے جانتا ہو کہ میں بھاگ کر نہیں جا سکتی۔ پھر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا لیکن میں مڑے بغیر اوپر چڑھتی رہی۔ اب سب کچھ مجھ پر روشن ہوتا جا رہا تھا۔ رابرٹا اور میرین کے ساتھ نظر آنے والا بھی شوکت تھا۔ رابرٹا نے اسے میرین کی رسی کاٹتے ہوئے دیکھ لیا ہو گا اور فرار ہونے کی کوشش میں نیچے گر پڑی ہو گی۔ ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود رینگتی ہوئی وہ اس کھوہ میں پہنچ کر بے ہوش ہو گئی ہو گی اس لئے شوکت اسے تلاش کر کے ختم کرنے میں ناکام رہا۔ اور پھر جب میں نے رابرٹا کو تلاش کر لیا تو کس طرح وہ بار بار مجھے کافی لانے کے بہانے باہر بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ یقیناً رابرٹا کو گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیتا۔ اس کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اس نے رات کو دھوکا دے کر کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ میں اس سے زیادہ نہ سوچ سکی۔ میں ایسی جگہ پہنچ گئی تھی جہاں سے آگے جانا ممکن نہ تھا۔ درمیان میں ایک چوڑی دراڑ تھی جسے میں پھلانگ نہیں سکتی تھی، اور شوکت کو یہ بات معلوم تھی اسی لئے وہ اطمینان کے ساتھ اوپر چڑھ رہا تھا۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ہر سمت دیکھا لیکن واپسی کا صرف ایک راستہ تھا اور شوکت اس پر چلتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔ آگے گہرا کھڈ تھا۔ دائیں بائیں کوئی راستہ نہ تھا اور موت اطمینان کے ساتھ میری جانب بڑھ رہی تھی۔ موڑ کی وجہ سے مجھے نہیں معلوم تھا کہ شوکت ابھی کتنی دور ہے۔ میں نے بے بسی اور بدحواسی کے عالم میں ادھر اُدھر دیکھا اور میری نگاہ اس بڑے پتھر پر جم کر رہ گئی جو کنارے پر پڑا تھا۔ میں نے لپک کر اسے اٹھا لیا اور اس وزنی پتھر کو لے کر واپس نیچے کی جانب اترنے لگی۔ موڑ سے آگے بڑھتے ہی مجھے وہ نظر آ گیا۔

"رک جاؤ شوکت..." میں وحشت زدہ انداز میں چلائی۔

"تم آگے بڑھے تو سر کچل دوں گی۔"

شوکت رک گیا لیکن چند لمحے مجھے دیکھنے کے بعد دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے۔ "نہیں نادرہ... تم جانتی ہو کہ ایسا نہ کر سکو گی... قتل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔"

آگے بڑھتا ہوا وہ مجھ سے صرف تین چار قدم کے فاصلے تک آ چکا تھا اور میں کوشش کے باوجود پتھر سے وار کرنے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔ شوکت کے ہاتھ میں تیز دھار خنجر چمک رہا تھا۔ وہ کامیابی کی خوشی میں مسکرا رہا تھا۔ وہ میرے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ عین اسی لمحے فائر کی آواز سے پہاڑ گونج اٹھا۔ گھبراہٹ میں پتھر میرے ہاتھ سے گرا اور لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر نیچے دیکھا۔ مختار ایک چٹان کی آڑ سے اوپر چڑھ رہا تھا اور دوسری جانب سے انسپکٹر براٹا اور دونوں سارجنٹ اوپر چڑھ رہے تھے۔ شوکت میرے سامنے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"نادرہ...!" مختار نے چلا کر آواز دی۔ مجھ میں جواب دینے کی سکت نہ تھی۔ میں چکرا کر وہیں بیٹھ گئی۔ چند منٹ بعد میں مختار کے بازوؤں میں سسکیاں لے رہی تھی۔ میرے لبوں سے سسکیوں کے ساتھ صرف ایک لفظ نکل رہا تھا۔ "مختار... مختار..."

ہم ہوٹل کے قریب ایک سرسبز جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ شوکت مرا نہیں تھا، صرف زخمی ہوا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ وہ لوگ مجھے کس طرح ہوٹل تک لائے تھے لیکن وہاں پہنچتے ہی مجھے ڈاکٹر نے نیند کی گولیاں دی تھیں۔ صبح اٹھنے پر مجھے سب سے پہلی خوش خبری یہ ملی تھی کہ رابرٹا ہوش میں آ چکی تھی۔

"مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ یہ بھیانک کھیل ختم ہو گیا مختار۔" میں نے کہا۔

"خدا کے لئے نادرہ... اب اسے بھول جاؤ" مختار نے بڑے پیار سے ڈانٹا۔ "تم نے مجھے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ تمہارے اور ڈوول کے جانے کے بعد میں نے شوکت کو بھی اسی سمت جاتے دیکھ لیا تھا۔ انسپکٹر نے بھی سارجنٹ جعفر کو اس کی نگرانی پر مامور کر رکھا تھا۔ جب کہر چھانے کے بعد سارجنٹ نے واپس آکر بتلایا کہ شوکت کہر سے فائدہ اٹھا کر غائب ہو گیا تو میں انسپکٹر کے ساتھ فوراً روانہ ہو گیا۔ ہمیں وہ جگہ معلوم تھی جہاں تم شکار کھیل رہی تھیں۔ ہم ابھی کچھ دوری تھے کہ ڈوول کے چلانے

اور تمہاری چیخ کی آواز سنائی دی لیکن جب ہم کشتی کے پاس پہنچے تو تم دونوں غائب تھے۔ میں تمہیں تلاش کرتا ہوا دلدل تک پہنچ گیا، وہاں میں نے آہستہ آہستہ تم کو آواز بھی دی....“

”اس وقت میں تمہارے بالکل قریب تھی لیکن خاموش رہی کیوں کہ میں تمہیں قاتل سمجھ رہی تھی۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”لیکن کیا تم جانتے تھے کہ قاتل شوکت ہے؟“

”ہاں۔ مجھے اور انسپکٹر براتا دونوں کو اس پر شبہ تھا اور پھر تمہارے جانے کے ذرا دیر بعد ہی اس کے بارے میں پولیس رپورٹ بھی آگئی تھی۔“ مختار نے کہا۔ ”شوکت رتن پور کا رہنے والا ہے۔ اس نے کولمبو یونیورسٹی سے ڈگری لی تھی جہاں اسی شہر کی ایک لڑکی نرملا سے اس کو گہری محبت ہوگئی، دونوں نے سول میرج کرلی۔ نرملا ایک قدامت پرست سنہالی گھرانے کی لڑکی تھی جس کی شادی خاندان کے ہی ایک لڑکے سے طے ہوچکی تھی اس لئے شوکت اور نرملا کی شادی پر ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا لیکن نرملا کسی قیمت پر شوکت کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئی اور پھر ایک دن نرملا غائب ہوگئی۔ شوکت کا خیال تھا کہ اس کے گھر والوں نے اغوا کرلیا ہے لیکن اسی رات پہاڑ پر ایک جلتی ہوئی چتا نظر آئی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ دونوں روزانہ جاکر بیٹھا کرتے تھے۔ شوکت وہاں پہنچا تو اسے نرملا کی لاش ملی۔ اسے قدیم روایت کے مطابق بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ صدمے سے وہ پاگل ہوگیا۔ جس کسی کو پہاڑ پر جاتے دیکھتا اس پر حملہ کردیتا۔ کہتا وہاں میری نرملا سو رہی ہے۔ میں کسی کے ناپاک قدم وہاں نہیں جانے دونگا۔ اسے ذہنی امراض کے ہسپتال بھیج دیا گیا جہاں سے صحت یاب ہو کر وہ گزشتہ سال ہی نکلا تھا۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس کا ذہنی توازن اب بھی بگڑا ہوا ہے۔“

میرا دل بھر آیا تھا، میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو مختار۔ میں رات ایک کتاب شاخِ زریں، میں اس علاقے کے قدیم رسم و رواج کے بارے میں پڑھ رہی تھی۔“

”اوہ ہاں... انسپکٹر نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے وہ کتاب صبح اسے لاکر دی۔“ اس نے کہا۔ ”وہ میری تھی اور میں کل سے اسے تلاش کررہا تھا“

”میں جانتی ہوں۔ مجھے اس میں رکھا ہوا وہ لفافہ مل گیا تھا جو ڈیڈی نے تم کو بھیجا تھا“

”اور اسی لئے تم مجھ پر قاتل ہونے کا شبہ کررہی تھیں؟“ اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ”انسپکٹر مجھے بتلا رہا تھا کہ تم کتنی جذباتی ہوگئی تھیں۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے حیران ہوکر پوچھا۔ ”کیا اسے معلوم تھا کہ یہ کتاب تمہاری ہے؟“

”اچھی طرح۔ ہم کل اس میں یہاں کے قدیم جادوئی معلومات کی تاریخ پڑھ رہے تھے۔ میں نے ہی اس کو پڑھ کر سنایا تھا کیوں کہ کچھ دیر کے لئے ہم بھی اس چکر میں آگئے تھے کہ شاید یہ قتل اسی قسم کا ہے۔“

”اوہ... تو انسپکٹر مجھے بے وقوف بنا رہا تھا؟“

”نہیں ڈارلنگ۔ وہ تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تم شوکت کے بارے میں کچھ چھپا رہی ہو۔ اور غلطی میری تھی۔ تم نے جس طرح شوکت کی طرف داری کی تھی اس سے مجھے شک ہوگیا تھا کہ...“

”میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔“ میں نے غصے سے کہا۔ ”اور تم جو کھیل ہیم لتا کے ساتھ کھیل رہے تھے، وہ کیا تھا؟“

”خدایا... تو تم اس کا انتقام لے رہی تھیں؟“ اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ”جانِ من، میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ حرکت لتا نے اتنی اچانک کی تھی کہ....“

”کیا تم اس رات لتا کے کمرے میں نہیں تھے؟“

”میں قسم بھی کھا سکتا ہوں لیکن اس کی ضرورت نہیں۔ کرشن موہن یہ گواہی دے سکتا ہے کہ رات گئے تک لتا کے کمرے میں کون تھا“

”اوہ.... تو اس لئے وہ تین بجے اپنے کمرے میں واپس پہنچا تھا“ میں نے فوراً کہا۔

”چلو اب تو غصہ تھوک دو۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ پاپا نے تم کو کب یہ خط لکھا تھا؟“

”سچ سچ بتلادوں؟“

”اسی میں بہتری ہے۔“

”انہوں نے گزشتہ ماہ خط لکھ کر مجھے بلایا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم اپنی حماقتوں کو ترک کرکے پھر سے مل جائیں۔“

”اور میرے یہاں آنے سے قبل تم کو انہوں نے یہاں بھیج دیا۔“

”نہیں۔ یہ منصوبہ ان کا نہیں ممی کا تھا، اسی لئے کامیاب رہا۔“

ذرا دیر بعد جب ہم ہوٹل کے بلیئرڈ روم میں پہنچے تو انسپکٹر براتا اطمینان سے بلیئرڈ کھیل رہے تھے۔

”ہیلو نادرہ!“ انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اب بھی تم مس ہو یا مسز کا ٹائٹل قبول کرلیا؟“

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ پولیس والے ایسی سازشیں بھی کرتے ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”سازش؟ تم نے وہ شعر سنا ہے۔ بڑا مزہ ہے اس ملاپ میں جو صلح ہوجائے جنگ ہوکر۔

کمرا قہقہوں سے گونج اٹھا....

WILD FIRE AT MIDNIGHT
MARY STEWART